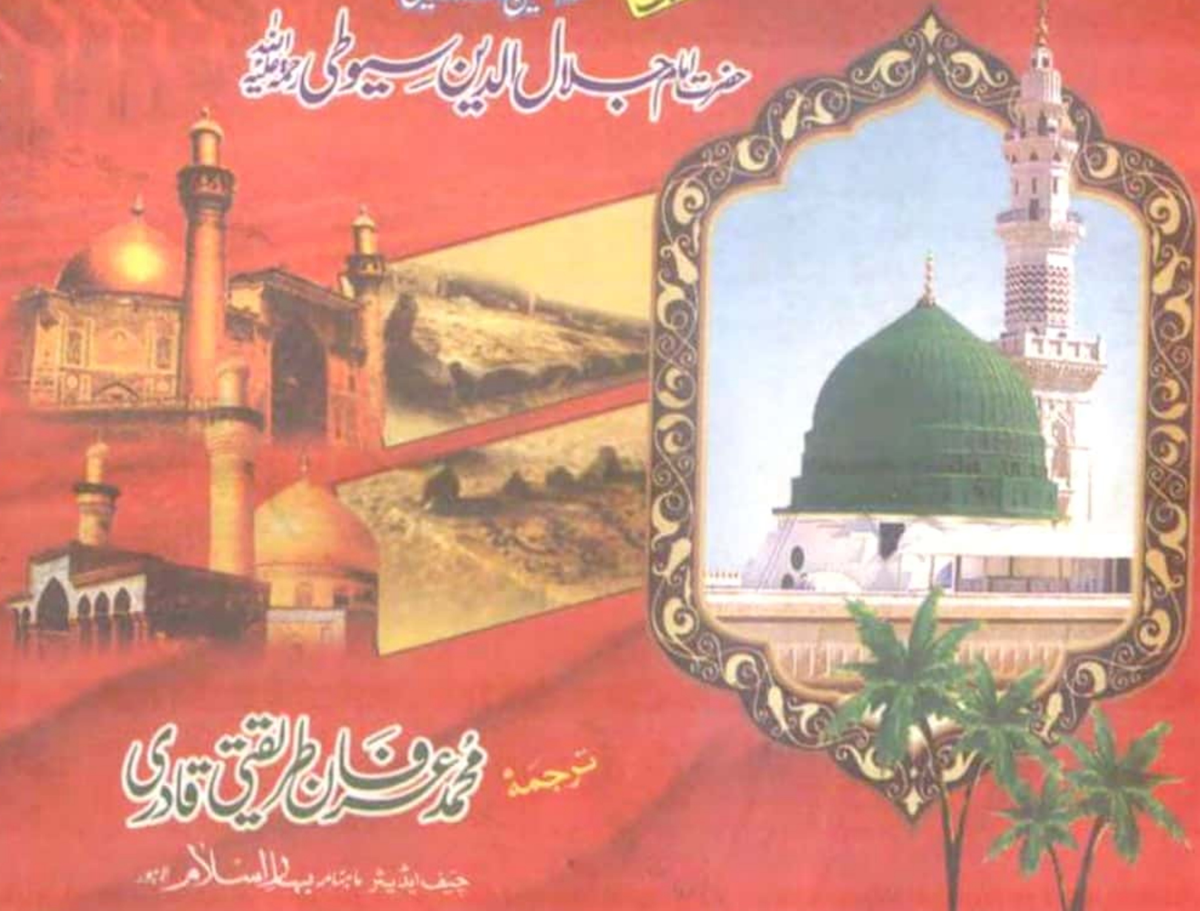
بعدم یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات خیرالنساء، حسین و حسن، مصطفیٰ، علی

احیاء المیت

بفضائل اہل البیت

الثغور الباسمہ فی مناقب سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا

تصنیف
عمدۃ المحققین سند المحدثین
حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ



ترجمہ محمد عرفان طریقتی قادری
چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہار اسلام لاہور

ناشر بہارِ اسلام پبلیکیشنز
جی پی ہیم ٹاؤن، لاہور 0313-4642506

بیدم یہی تو پانچ ہیں مقصودِ کائنات خیر النساء حسین و حسن مصطفیٰ علی

احیاء المیت

بفضائل اہل البیت

الثغور الباسمہ فی مناقب سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا

تصنیف
عمدۃ المحققین سند المحدثین
حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ محمد عرفان طریقتی قادری
چیف ایڈیٹر ماہنامہ بہارِ اسلام

ناشر بہارِ اسلام پبلیکیشنز
G-35 ہادیہ حلیمہ سنٹر اردو بازار لاہور

نام کتاب............فضائل اہل بیت رضی اللہ عنہم

احیاء المیت بفضائل اھل البیت

الثغور الباسمة فی مناقب سیدتنا فاطمة رضی الله عنها

مترجم و محقق............ابو العون مفتی محمد عرفان قادری مدیر ماہنامہ بہار اسلام

صفحات............176

قیمت............180 روپے

ناشر............بہار اسلام پبلی کیشنز لاہور

ملنے کے پتے

بہار اسلام پبلی کیشنز ہادیہ حلیمہ سنٹر اردو بازار لاہور

علامہ فضل حق پبلی کیشنز دربار مارکیٹ لاہور

نظامیہ کتاب گھر زبیدہ سنٹر اردو بازار لاہور

نعیمیہ بک سٹال اردو بازار لاہور

مکتبہ قادریہ فوارہ چوک گجرات

مکتبہ جلالیہ فوارہ چوک گجرات

اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ

مکتبہ تنظیم الاسلام گوجرانوالہ

غوثیہ کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ

مکتبہ الفرقان اردو بازار گوجرانوالہ

مکتبہ رضائے مصطفیٰ میلاد چوک گوجرانوالہ

والضحیٰ پبلی کیشنز ہادیہ حلیمہ سنٹر اردو بازار لاہور

شاکر پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

صبح نور پبلی کیشنز اردو بازار لاہور

مکتبہ قادریہ دربار مارکیٹ لاہور

مکتبہ فریدیہ ساہیوال

اقراء بک سیلرز فیصل آباد

چشتی کتب خانہ فیصل آباد

کتب خانہ مقبول عام کوتوالی بازار فیصل آباد

احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک راولپنڈی

حسن ترتیب

تقریظ توصیف......☆

پروردۂ آغوش ولایت پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت علامہ پیرزادہ محمد توصیف النبی مجددی صاحب

المعروف مٹھل پیر سرکار آستانہ عالیہ نقشبندیہ غفاریہ گوالمنڈی لاہور

فکر نجات میر کو کیا، مداح خوان ہے

اولاد کا علی کی محمد کی آل کا

محترم محمد عرفان قادری صاحب نے فضائل اہلبیت پر عربی رسائل کا ترجمہ اور تشریح کی ہے یہ اہلبیت سے محبت کا عملی ثبوت ہے۔ طریقتی صاحب جس خانوادۂ طریقت سے وابستہ ہیں وہاں اہلبیت کی محبت مریدین کو تربیتاً سکھلائی جاتی ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ کوٹ کوٹ کر بھری جاتی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔ موجودہ دور میں ایک جماعت اہلبیت سے برأت ولاتعلقی کا اظہار کرتی ہے اور دوسری جماعت محبت کا اظہار تو کرتی ہے مگر وہ زبانی جمع خرچ کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی نظر میں اہلبیت سوائے کمزور، مظلوم اور مفلس لوگوں کے کچھ نہیں ہے حالانکہ یہ گھرانہ ایسا ہے جس کی محبت کے بغیر ایمان کامل بلکہ مکمل نہیں ہوتا۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

خدا کی قسم! مسلم کے دل میں اس وقت تک ایمان داخل نہیں ہوسکتا جب تک وہ خدا کی رضا اور میری قرابتداری کی وجہ سے تم (اہلبیت) سے محبت نہ کرے۔

(صحیح مسلم، کتاب الفضائل، جلد:۴، صفحہ:۱۸۴)

اہل قرابت کون ہیں؟، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا۝

بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے اے نبی کے گھر والو! کہ تم سے پلیدگی دور کردے اور تمہیں خوب پاک کردے۔

اس آیت کریمہ میں ''اہل البیت'' سے مراد تمام مفسرین کرام کے مطابق ''اہل عبا'' ہیں۔ یعنی رسول کریم ﷺ، سیدنا علی المرتضیٰ، سیدہ فاطمہ اور امامین حسنین کریمین رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

خلف وسلف اکابرین رضی اللہ عنہم، سب کے سب اہلبیت کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ان سے محبت کی تاکید فرماتے تھے۔ سید الاکابرین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

صِلَةُ قَرَابَةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ صِلَةِ قَرَابَتِیْ .

رسول کریم ﷺ کے رشتہ داروں کی خدمت کرنا مجھے میرے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔ (الشرف المؤبد ترجمہ برکات آل رسول)

اسی طرح رسول اکرم ﷺ کے پیارے صحابی عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَیْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ . (برکات آل رسول)

آل رسول ﷺ کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حضرت امام شافعی کو اہلبیت سے محبت کی سزا یہ دی گئی کہ جب بغداد میں داخل ہوئے تو پیروں میں بیڑیاں تھیں۔ محبت اہلبیت اس قدر تھی کہ لوگ آپ کو ''رافضی'' کہتے، آپ نے ان کے جواب میں فرمایا:

لَوْ کَانَ رِفْضًا حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ

فَلْیَشْهَدِ الثَّقَلَانِ اَنِّیْ رَافِضٌ

اگر اہلبیت کی محبت کا نام رفض ہے تو جن وانس گواہ ہو جاؤ کہ اس معنی میں میں رافضی

ہوں۔

اور جوشِ عقیدت وجذبہ محبت میں اہلبیت رسالت مآب کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَا اَهْلَ بَيْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ حُبُّكُمْ

فَرْضٌ مِنَ اللّٰهِ فِي الْقُرْآنِ اَنْزَلَهٗ

اے رسول اللہ ﷺ کے گھر والو! آپ لوگوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے اور یہ حکم خدائے پاک نے خود قرآن مجید میں دیا ہے۔

اہل بیت کی عظمت وبزرگی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

يَكْفِيْكُمْ مِنْ عَظِيْمِ الْفَخْرِ اَنَّكُمْ

مَنْ لَّمْ يُصَلِّ عَلَيْكُمْ لَا صَلَاةَ لَهٗ

اے آل رسول! آپ لوگوں کیلئے یہ عظیم فخر کافی ہے کہ جو شخص آپ پر درود نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی۔

جب یہ آیت (قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبىٰ) نازل ہوئی تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ آپ کے وہ قرابتدار کون ہیں جن کی محبت اللہ تعالیٰ نے ہم پر فرض کردی؟ فرمایا: وہ علی، فاطمہ، امام حسن اور امام حسین علیہم السلام ہیں۔

بیدمؔ یہی تو پانچ ہیں مقصود کائنات

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

اے لوگو! خدا کو دوست رکھو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے شکم سیر اور آسودہ کرتا ہے اور مجھے بھی خدا کیلئے دوست رکھو اور میری محبت کے واسطے میرے اہلبیت سے محبت کرو۔

(ترمذی، کتاب المناقب)

میرے قبلہ گاہ حضرت سیدی محمد احمد غفاری رحمۃ اللہ علیہ جن کی پرورش اہل بیت کے گھر ہوئی کو اہل بیت سے اس قدر محبت تھی کہ ہر سال شہید اعظم رہبر اعظم فخر الشہداء امام عالی مقام حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا ختم شریف بڑے اہتمام سے کرواتے تھے اور اپنے پیر بھائیوں سے فرماتے کہ اگر امام حسین کے ختم شریف کیلئے مجھے اپنا آپ فروخت کرنا پڑے تو فروخت کر دوں اور امام عالی مقام قبلہ عاشقاں کا ختم شریف کروں۔

میری زیست کا حاصل میری زندگی کا مقصد
تیرے عاشقوں میں جینا تیرے عاشقوں میں مرنا

رسول اکرم ﷺ کے صحابہ کرام اور اہلبیت سے محبت حقیقت ایمان ہے۔اللہ کریم ہمیں اہل بیت کی پکی سچی محبت عطا فرمائے کہ یہی محبت روز قیامت ہماری کامیابی کی ضمانت ہے۔یہ الفاظ لکھتے ہوئے میرا وجود سراپا دعا ہے:

الٰہی بحق بنی فاطمہ
کہ بر قول ایماں کنی خاتمہ
اگر دعوتم رد کنی ور قبول
من و دست و دامان آل رسول

(پیرزادہ) توصیف النبی خاکپائے اہلبیت

☆☆☆☆☆

☆......امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک نظر......☆

نام ونسب:

آپ کا اسم گرامی عبدالرحمٰن اور والد بزرگوار کا نام ابوبکر ہے۔جلال الدین آپ کا لقب ہے اور جائے پیدائش ''اسیوط'' کی طرف نسبت کی وجہ سے ''سیوطی'' کہلاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے: الامام العلامه المحدث عبد الرحمن بن الكمال ابی بکربن محمدالخضیری الاسیوطی المعروف به جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت ماہ رجب ۸۴۹ھ اتوار کی شام مصر کے شہر قاہرہ میں ہوئی۔آپ کے والد تحصیل علم کیلئے سیوط سے سفر کر آئے تھے اور آپ کو علم وحکمت سے قلبی لگاؤ تھا جس پر آپ فخر کیا کرتے تھے۔علامہ سیوطی کے والد گرامی ایسے خاندان کے سپوت تھے جو علمی اور دینی لحاظ سے بڑی شہرت کا حامل تھا۔آپ اپنے وقت کے جلیل القدر علماء اور وقیع الشان فضلاء میں شمار ہوتے تھے۔لاتعداد علماء نے اس بحر علم وحکمت سے فیض سے کٹورے بھرے اور اپنی تشنگی دور کی۔

علامہ سیوطی نے ابھی زندگی کی چھ منزلیں طے کی تھیں کہ آپ کے والد گرامی داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔آپ کے والد کا سایہ اگرچہ سر سے اٹھ گیا تھا لیکن فضل ربی کا سایہ

ہمیشہ آپ کے سر پر قائم رہا۔ یہی وجہ تھی کہ تقریباً آٹھ سال کی عمر میں حفظ قرآن کی نعمت سے مالا مال ہوئے اور نوعمری میں ہی کئی ایک کتابوں کے حافظ ہو گئے مثلاً، العمدۃ، منہاج الفقہ والاصول، الفیہ ابن مالک وغیرہم، آپ کو زبانی یاد تھیں۔

علماء کرام کی خصوصی عنایات:

والد گرامی کے ساتھ علماء کرام کی قلبی الفت کے سبب علامہ سیوطی علماء وفضلاء کی آنکھ کا تارا بنے رہے اور آپ کو خصوصی عنایت اور رعایت کا مستحق سمجھا گیا۔ بعض علماء کرام کو علامہ سیوطی کے والد گرامی نے بچے کی علمی پرورش کی وصیت بھی فرمائی تھی، جن میں ثانی ابوحنیفہ امام اجل حضرت کمال بن الھمام الحنفی رحمۃ اللہ علیہ بھی شامل ہیں۔ جو اپنے وقت کے جلیل القدر فقیہ اور مفتی تھے۔ علامہ سیوطی نے فتاویٰ میں ان کا خاصہ اثر قبول کیا۔

علمی اسفار:

علامہ سیوطی نے متعدد ممالک کی طرف علمی سفر کئے، جن میں حجاز مقدس، شام، یمن، ہندوستان وغیرہم شامل ہیں۔ مدرسہ شیخونیہ میں درس حدیث دیتے رہے حتی کہ چالیس سال کی عمر میں عبادت الٰہی اور تصنیف وتالیف کی غرض سے تنہائی اختیار کر لی۔

اساتذہ کرام اور بہترین علمی زمانہ:

علامہ سیوطی ایسے زمانے میں پیدا ہوئے جو علمی اعتبار سے بہترین زمانہ تھا۔ اس وقت میں علوم ومعارف کے مختلف میدانوں کے شاہسوار علماء بکثرت موجود تھے۔ علامہ سیوطی نے ان سمندروں سے پیاس بجھانے میں کوئی جھجک محسوس نہ کی اور خوب علمی تشنگی کو دور کیا۔

آپ نے تقریباً ۸۶۴ھ میں طلب علم کی ابتدا کی اور دو سال بھی نہ گزرنے پائے

تھے کہ آپ کو لغت عربیہ کی تدریس کی اجازت سے بہرہ ور کردیا گیا۔ اسی سال آپ نے اپنی پہلی کتاب ''شرح الاستعاذہ والبسملہ'' تصنیف کی، جس پر آپ کے شیخ علامہ علم الدین بلقینی نے آپ کی صلاحیتوں کو خوب سراہا۔

شیوخ سے اخذ فیض میں علامہ سیوطی کا طریقہ کار یہ ہوا کرتا تھا کہ آپ ایک شیخ کی صحبت اختیار کرتے تو لگا تار اسی کے فیض علم سے نور حاصل کرتے رہتے حتی کہ ان کا وصال ہو جاتا۔

آپ کے عمدہ شیوخ میں سے چند درج ذیل ہیں جن سے آپ نے خاص فیض حاصل کیا۔

☆......علامہ محی الدین الکافیجی، علامہ سیوطی چودہ ۱۴ سال تک ان کی صحبت میں رہے اور تفسیر، اصول، لغت عربیہ، اور معانی وغیرہ علوم کی معرفت حاصل کی۔ علامہ سیوطی نے انہیں ''استاذ الوجود'' کے لقب سے یاد کیا ہے۔

☆......علامہ شرف الدین المناوی: ان سے قرآن مجید اور فقہ کی تعلیم پائی۔

☆......علامہ تقی الدین الشبلی: ان سے چار سال تک حدیث کا علم حاصل کیا۔

اسی طرح آپ نے شیخ الحنفیہ الاقصرائی، عز الدین حنبلی، جلال الدین محلی اور تقی الدین شمنی وغیرہم کے سامنے بھی زانوئے تلمذ طے کیے۔ حتی کہ آپ نے علم حدیث کے ماہرین میں سے ۱۵۰ شیوخ سے علم حدیث حاصل کیا۔

علامہ سیوطی نے کچھ خواتین سے بھی تعلیم حاصل کی جو علوم و معارف میں حد غایت کو پہنچی ہوئی تھیں۔

آسیہ بنت جار اللہ بن صالح۔ کمالیہ بنت محمد الہاشمیہ

ام ہانی بنت ابی الحسن الہروینی　　　　ام الفضل بن محمد المقدسی

تصانیف وتوالیف:

امام سیوطی سریع القلم مصنف تھے۔کثیر کتب ورسائل آپ کے قلم سے مترشح ہوئے۔ ایک اندازے کے مطابق آپ نے سات سو سے زائد کتب ورسائل یادگار چھوڑے۔جو "تفسیر ،فقہ،حدیث،اصول،نحو،بلاغت،تاریخ اورادب" میں اپنی مثال آپ ہیں۔

تلامذہ:

علامہ سیوطی نے کتابوں اور رسالوں کے علاوہ چلتے پھرتے کتب خانے بھی دنیا کو ہدیہ کیے۔آپ کے شاگرد بکثرت ہیں۔جن میں "شمس الدین الداودی صاحب "طبقات المفسرین"،شمس الدین بن طولون،شمس الدین الشامی محدث مصر،اورمؤرخ کبیر ابن ایاس صاحب بدائع الزہور رحمہم اللہ تعالیٰ سرفہرست ہیں۔

وفات حسرت آیات:

۱۹ جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ میں اپنے گھر روضۃ المقیاس برلب دریائے نیل راہی ملک بقاءہوئے اور سیوط میں اپنے والد گرامی کے جوار میں آرام فرما ہوئے۔

مراجع: حسن المحاضرۃ فی تاریخ مصر والقاہرۃ،جلال الدین السیوطی لمصطفی الشکعۃ،الحافظ جلال الدین السیوطی،لعبد الحفیظ فرغلی القرنی،سلسلۃ اعلام العرب،الھیئۃ المصریۃ العامۃ۔ وغیرہم

☆☆☆☆☆

مقدمہ از مترجم

اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کو نیست سے ہست کیا تو انسان کے سر پر ''اشرف المخلوقات'' کا تاج سجایا۔ انسان ساری مخلوقات سے افضل اور قابل احترام ہے۔ پھر شیطانی فریب کاریوں کی نظر ہو کر کچھ انسان اپنے رب کے راستے سے بھٹکے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی یاددہانی اور راہنمائی کیلئے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرمایا۔ یہ انبیاء و رسل کی جماعت عام انسانوں سے افضل و اعلیٰ قرار پائی۔ اور پھر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے آخر پر حضور ختمی مرتبت سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو شان و عظمت کی مالا پہنا کر بھیجا اور آپ تمام مخلوق حتی کہ انبیاء و رسل سے بھی افضل و اعلیٰ اور بلند مقام کے حامل بن کر تشریف لائے۔

آپ ﷺ کے مقام نبوت اور شان رسالت کو ملاحظہ کرنا ہو تو ایک مثال حاضر خدمت ہے۔ سات انبیاء کرام کے علاوہ باقی سارے انبیاء کرام بنی اسرائیل قوم میں مبعوث ہوئے۔

☆......حضرت آدم علیہ السلام ☆......حضرت شیث علیہ السلام

☆......حضرت نوح علیہ السلام ☆......حضرت ادریس علیہ السلام

☆......حضرت ابراہیم علیہ السلام ☆......حضرت اسماعیل علیہ السلام

☆......اور امام المرسلین جناب رحمۃ للعالمین حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ

• حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت

اسحاق علیہ السلام۔ حضرت اسحاق کے لخت جگر حضرت یعقوب علیہ السلام ہیں جن کی نسل کو بنی اسرائیل کہا جاتا ہے۔ ایک لاکھ تیئیس ہزار نو سو تیرانوے 123993 کم وبیش انبیاء کرام بنی اسرائیل قوم کے پاس آئے مگر یہ قوم اپنی نازیبا حرکات سے باز نہ آئی اور الا ماشاء اللہ چند لوگوں کے علاوہ سب کفر وشرک اور بے راہروی کا شکار بنے رہے۔

اور دوسری طرف جناب اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں صرف ایک آمنہ کا لال جلوہ گر ہوا اور ساری دنیا کو اسلام کے نور سے منور فرما دیا۔

جس کے آنے سے دونوں جہاں سج گئے
اس کی اعلیٰ ولادت پہ لاکھوں سلام

ایمان لانے کے بعد سب سے پہلا فرض حضور سرور عالم ﷺ کی تعظیم واحترام ہے۔

آپ ﷺ کی تعظیم کیے بغیر اعمال تو کجا ایمان بھی فائدہ مند نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۝ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا ۝

اے نبی! ہم نے آپ کو حاضر وناظر (جنتوں کی) خوشخبریاں سنانے والا اور (جہنم) کا ڈر سنانے والا بنا کر بھیجا۔ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور اس (نبی) کی تعظیم وتوقیر کرو اور صبح وشام اس (اللہ) کی تسبیح پڑھو۔

آیت کریمہ واضح طور پر بتا رہی ہے کہ ایمان لانے سے قبل اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار پہلے اور ایمان لانے کے بعد نبی کریم ﷺ کی عزت واحترام کا درجہ پہلے ہے۔

نہ صرف نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرنا لازم ہے بلکہ جن اشیاء، افراد اور ذوات کی نسبت جناب رسول کریم ﷺ کے ساتھ ہے ان کی تعظیم کرنا بھی لازم وضروری ہے۔ ان

میں سب سے اولیں درجہ آپ ﷺ کی اولاد اور ذریت کا ہے۔ آپ کے اہل بیت کی تعظیم اور ان کی عزت کرنا جزو ایمان ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اپنی تبلیغ و خدمات کے عوض میں اپنے رشتے داروں کی محبت کا سوال کیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰى ۝

اے نبی! فرمادیجئے کہ میں اس (وعظ و تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا سوائے اس کے کہ تم میرے قرابت داروں سے محبت کرو۔

احادیث مبارکہ میں نبی کریم ﷺ نے امت کو باقاعدہ وصیت فرمائی کہ قرآن مجید اور میرے اہلبیت کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی راہ راست سے نہیں بھٹکو گے۔

اہلبیت اطہار کا احترام، امت میں ہمیشہ سے ہوتا چلا آرہا ہے۔ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عملاً حضور ﷺ کے فرامین کی پابندی کرتے ہوئے احترام اہلبیت کی مثالیں قائم فرمائیں۔ چنانچہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَقَرَابَةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَحَبُّ اِلَيَّ اَنْ اَصِلَ مِنْ قَرَابَتِيْ .(۱)

رسول اللہ ﷺ کے رشتے داروں سے صلہ رحمی کرنا، مجھے میرے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب ہے۔

جناب صدیق اکبر نے محض اس بات کو اپنے تک محدود نہ رکھا بلکہ عام مسلمانوں کو وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا ﷺ فِيْ اَهْلِ بَيْتِهٖ .(۲)

(۱)......صحیح بخاری، کتاب المناقب، حدیث نمبر: ۳۷۱۲

(۲)......المرجع السابق، حدیث نمبر: ۳۷۵۱

سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ کے اہل بیت کی حفاظت کرو اور ان کو اذیت نہ پہنچاؤ۔

حضرت عمر فاروق اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو راستے میں اگر حضور ﷺ کا کوئی رشتہ دار نظر آتا تو آپ حضرات اپنی سواریوں سے نیچے اتر آتے اور ان کے ساتھ پیادہ پا چلتے رہتے جب تک کہ ان کی منزل نہ آجاتی۔ علامہ مناوی نے فیض القدیر میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر کے ساتھ ساتھ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بھی یہی طریقہ کار ہوا کرتا تھا اور حضور ﷺ کے قرابت داروں کا غایت درجہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ (۳)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

حُبُّ آلِ مُحَمَّدٍ ﷺ خَيْرٌ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ، وَمَنْ مَاتَ عَلَيْهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ. (۴)

آل محمد ﷺ کی محبت سال بھر کی (نفلی) عبادت سے بہتر ہے۔ اور جو آل محمد ﷺ کی محبت میں فوت ہوا وہ جنت میں داخل ہوا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد تمام اسلاف واخلاف، علماء، اولیاء اور صالحین امت کا متفقہ عمل رہا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے اہل بیت کو اپنے اہلبیت پر بلکہ اپنی جانوں پر فوقیت دیا کرتے تھے۔ اس کے متعلق اتنی کثیر مقدار میں روایات و واقعات منقول ہیں جن کو احاطہ تحریر میں نہیں لایا جا سکتا۔ (۵)

حضرت اعمش عطیہ عوفی سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(۳)......فیض القدیر، جلد: ۳، صفحہ: ۴۹۱

(۴)......مسند الفردوس، جلد: ۲، صفحہ: ۱۴۲، حدیث نمبر: ۲۷۲۱

(۵)......استجلاب ارتقاء الغرف، صفحہ: ۱۴۷

اے علیہ! میری ایک وصیت یاد رکھو، اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سفر کے بعد تو شاید مجھے نہ مل سکے۔ آل محمد ﷺ اور ان سے محبت کرنے والے کو محبوب رکھ اگر چہ وہ تجھے گناہوں میں دھکیل رہا ہو اور ان سے بغض رکھنے والے کو دشمن رکھ اگر چہ وہ روزے رکھے اور قیام کرے۔(۶)

حضرت عمر بن عبد العزیز ﷺ کا یہ طریقہ کار ہوا کرتا تھا کہ ان کے دربار میں اگر کوئی خاندان نبوت کا فرد آجاتا اگر چہ وہ کم عمر ہی کیوں نہ ہو، تو آپ اپنی مجلس سے اٹھ کھڑے ہوتے اور آگے بڑھ کر اس کا استقبال کرتے اور اس کی حاجات کو فوراً پورا کرتے، آپ اہل بیت سے فرمایا کرتے تھے:

اِذَا کَانَتْ لَکَ حَاجَۃٌ فَاکْتُبْ اِلَیَّ وَ اَرْسِلْ ، فَاِنِّیْ اَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰہِ اَنْ یَرَاکَ عَلٰی بَابِیْ .(۷)

آپ کو کسی قسم کی حاجت ہو تو مجھے لکھ کر بھیج دیں یا کوئی پیغامبر روانہ فرمادیا کریں۔ مجھے اللہ سے حیاء آتی ہے کہ وہ آپ کو میرے دروازے پر کھڑا دیکھے۔

اسی طرح جب آپ مدینہ منورہ کے گورنر تھے تو آپ نے حضرت علی کی صاحبزادی سیدہ فاطمہ سے فرمایا:

مَا عَلٰی ظَھْرِ الْاَرْضِ اَھْلُ بَیْتٍ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْکُمْ وَلَاَنْتُمْ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ .(۸)

(۶)......تنبیہ الغافلین، صفحہ:۱۵۱

(۷)......استجلاب ارتقاء الغرف، صفحہ:۱۵۰، الشفاء، جلد:۲، صفحہ:۴۹

(۸)......المصدر السابق، صفحہ:۱۵۱

روئے زمین کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو مجھے آپ لوگوں سے زیادہ عزیز ہو اور بلا شک وریب آپ لوگ مجھے میرے گھر والوں سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔

آپ اکثر اوقات، اہلبیت اطہار سے شفاعت کی درخواست کیا کرتے تھے۔ اور فرماتے:

بنو ہاشم کا کوئی فرد ایسا نہیں جسے قیامت کے روز شفاعت کا حق نہ دیا جائے۔(۱۰)

اہل بیت سے محبت کا سلسلہ آج تک امت مسلمہ میں تواتر کے ساتھ چلا آ رہا ہے سادات کرام سے محبت مؤمن کے لئے اصل ایمان ہے جس کے بغیر ایمان کا شجر سرسبز وشاداب نہیں ہوتا۔ آج بھی محبت رسول مسلمانوں کیلئے حرز جان ہے۔ ماہ ذوالقعدہ ۱۴۲۴ھ میں ہم ہمارے شیخ طریقت نقیب الاشراف حضور پیر سید محمد انور شاہ صاحب گیلانی دام ظلہ کی زیارت کا شرف حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوئے تو دوران گفتگو آپ نے ایک واقعہ ارشاد فرمایا:

حاتم طائی کے قبیلہ ''بنو طائی'' کے افراد نبی کریم ﷺ کے دور اقدس میں دولت اسلام سے مشرف ہوئے۔ اس وقت ان کے سربراہ حضرت سیدنا عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ تھے۔ میرے شیخ طریقت فرماتے ہیں:

تبلیغی دورے کے دوران قبیلہ طائی کے موجودہ سربراہ شیخ اسماعیل طائی نے مجھے چائے کی دعوت پیش کی۔ (شیخ گرامی نے غالباً ملک عراق کا ذکر فرمایا تھا اس وقت راقم کے ذہن میں مستحضر نہیں ہے۔) نماز عصر کے بعد کا وقت مقرر ہوا۔ مقررہ وقت پر جب ہم

(۱۰)......الازہار العاطرۃ الانفاس، جلد: ۱، صفحہ: ۳۱...... الاغانی للاصفہانی، جلد: ۹، صفحہ: ۳۰۲۔ مقاتل الطالبین، صفحہ: ۱۲۴۰......المجالسۃ للدینوری، جلد: ۱، صفحہ: ۲۶۱۔

جائے دعوت پر پہنچا تو ایک عجیب واقعہ رونما ہوا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ مسلمان آج بھی اہلبیت کی تعظیم اپنے لئے ذریعہ برکت ورحمت جانتے ہیں۔

جیسے ہی ہم ان کے گھر پہنچے تو شیخ اسماعیل طائی اپنے دروازے کی دہلیز پر لیٹ گئے اور فرمایا:

''حضور! میرے سینے اور گردن پر پاؤں رکھ کر اندر تشریف لائیے''

میں نے کہا: میں عاجز ہوں، آپ کی محبت کو سلام ہے لیکن یہ عمل مجھ سے نہ ہو پائے گا، آپ اپنے قبیلہ کے سردار ہیں اور ہمارے میزبان بھی، ہمارے لئے قابل احترام ہیں۔ اس پر شیخ اسماعیل طائی نے محبت بھرے ضدی سے انداز میں فرمایا:

''حضور! یہ تو گستاخی، لیکن آپ ادھر ہی کھڑے رہیں گے جب تک کہ میری گردن پر سے نہیں گزر جاتے، آپ سادات کرام ہیں، نبی کریم ﷺ کی آل پاک ہیں، سیدہ فاطمہ کے جگر پارے ہیں، حسنین کی آنکھوں کے تارے ہیں۔ آپ کے جد اعلیٰ غوث الاولیاء الشیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میرا قدم ہر ولی اللہ کی گردن پر ہے تو میں چاہتا ہوں ان کی اولاد اطہار کا قدم مبارک بھی میرے سینے اور گردن پر ہو۔''

اللہ اکبر! یہ عزت وشان، یہ مقام ومرتبہ، یہ توقیر واحترام ہے نبی کی آل کا۔ اپنی سرداری کی پرواہ کسے ہے؟ ہم تو ان کی خاک پا کو آنکھوں کا سرمہ سمجھتے ہیں۔ اس آل پر تو ہزاروں لاکھوں سرداریاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ جن کو اللہ تعالیٰ عزت والا بناتا ہے وہی لوگ اللہ کے نبی اور ان کی آل اطہار کی عزت کرتے ہیں۔ جو خود قدر والے ہیں، وہ ہی اہلبیت اطہار کی قدر کرتے ہیں۔

بے اجازت ان کے گھر جبریل بھی آتے نہیں
قدر والے جانتے ہیں قدر وشان اہلبیت

ایک مرتبہ امام اہلسنت مجدد دین وملت گنج عشق رسالت اعلیحضرت الشاہ امام احمد رضا بریلوی قادری رحمۃ اللہ علیہ پرانے شہر بریلی کے ایک محلہ کا دورہ کرنے نکلے تو عاشقوں کا جم غفیر استقبال وزیارت کیلئے موجود تھا۔ ہر طرف چہل پہل تھی اور رنگین جھنڈیوں سے دور تک کا راستہ دلنشین ہو رہا تھا۔ عاشقوں کے جھرمٹ میں جب امام اہلسنت نکلے تو دست بوسی اور پابوسی کے مشتاقین نے آگے بڑھ کر دل کی آرزوئیں بھریں۔ اعلیحضرت علیہ الرحمہ سفر کے آغاز کیلئے پالکی میں سوار ہوئے اور سفر جاری ہو گیا۔ اس کے بعد کیا ہوا، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ کی زبان قلم سے سماعت کیجئے:

پابوسی کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد کہاروں نے پالکی اٹھائی، آگے پیچھے، دائیں بائیں نیازمندوں کی بھیڑ ساتھ چل رہی تھی۔ پالکی لے کر تھوڑی دور ہی چلے تھے کہ امام اہلسنت نے آواز دی "پالکی روک دو۔"

حکم کے مطابق پالکی روک دی گئی۔ ہمراہ چلنے والا مجمع بھی وہیں رک گیا۔ اضطراب کی حالت میں باہر تشریف لائے، کہاروں کو اپنے قریب بلایا اور بھرائی ہوئی آواز میں دریافت کیا:

"آپ لوگوں میں کوئی آل رسول تو نہیں ہے؟ اپنے جد اعلیٰ کا واسطہ سچ بتایئے، میرے ایمان کا ذوق لطیف تن جاناں کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔"

اس سوال پر اچانک ان میں سے ایک شخص کے چہرے کا رنگ فق ہو گیا۔ پیشانی پر غیرت اور پشیمانی کی لکیریں ابھر آئیں...... دیر تک خاموش رہنے کے بعد نظر جھکائے ہوئے دبی زبان سے کہا:

"مزدور سے کام لیا جاتا ہے، ذات پات نہیں پوچھی جاتی۔ آہ آپ نے میرے جد

اعلیٰ کا واسطہ دے کر میری زندگی کا ایک سربستہ راز فاش کر دیا۔(۱۱)

اللہ اکبر! حقیقی محبت تو یہی ہے کہ محبوب کی خوشبو سے اس کے ہونے کا احساس پیدا ہو جاتا ہے۔قربان جائیں تاجدار عشق و محبت پر کہ آل رسول میں رسول کریم ﷺ کی خوشبو محسوس کر کے خود کو روک نہ پائے اور فوراً سے قبل اپنے محبوب کے خوشبو بردار کو پہچان لیا۔

اس کے بعد امام احمد رضا نے جو کیا، اسے دیکھ کر آسمان حیرت میں ڈوب گیا اور زمین رشک کرنے لگی۔علامہ موصوف رقمطراز ہیں:

ابھی اس کی بات تمام بھی نہ ہو پائی تھی کہ لوگوں نے پہلی بار تاریخ کا یہ حیرت انگیز واقعہ دیکھا کہ عالم اسلام کے ایک مقتدر امام کی دستار اس (سید زادے) کے قدموں میں رکھی ہوئی تھی اور برستے ہوئے آنسوؤں کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر یہ التجا کر رہا تھا:

''ہائے غضب ہو گیا، جن کے کف پا کا تاج میرے سر کا سب سے بڑا اعزاز ہے، ان کے کاندھے پر میں نے سواری کی۔قیامت کے دن اگر کہیں سرکار نے پوچھ لیا: احمد رضا! کیا میرے فرزندوں کا دوش نازنین اسی لئے تھا کہ تیری سواری کا بوجھ اٹھائے تو میں کیا جواب دوں گا؟ اس وقت بھرے میدان حشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی بڑی رسوائی ہو گی......

یہاں تک کہ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کرا لینے کے بعد امام اہلسنت نے پھر اپنی آخری التجائے شوق پیش کی۔

''چونکہ راہِ عشق میں خون جگر سے زیادہ وجاہت و ناموس کی قربانی عزیز ہے اس لئے لاشعور کی تقصیر کا کفارہ جب ہی ادا ہو گا کہ اب تم پالکی میں بیٹھو اور میں اسے اپنے کاندھے پر اٹھاؤں۔''

---

(۱۱)......زلف و زنجیر، حصہ اول، صفحہ: ۸۷

اللہ اکبر! دنیا کا امام جسے نہ صرف علماء ہند بلکہ فضلاء عرب نے بھی ''مجدد وقت'' قرار دیا، آج اپنی عزت کی پرواہ کئے بغیر آل رسول پر اپنی ناموس کو قربان کر رہا ہے۔

قدر والے جانتے ہیں قدر وشان اہلبیت

''امت رسول'' کے ''آل رسول'' کے ساتھ الفت کے افسانوں کی طویل فہرست راقم کے سامنے ہے۔ جن میں ایک سے بڑھ کر ایک امتی، خاندان نبوت کے ساتھ اپنی چاہتوں کی داستان رقم کر رہا ہے۔

اہلبیت اطہار کے ساتھ اپنی چاہتوں کا اظہار امت کا وظیفہ جان رہا ہے۔ تقریر و تحریر کی صورت میں اپنی الفتوں کا نذرانہ خانوادۂ آل رسول کی خدمت میں پیش کرنا ہمیشہ سے مسلمانوں کے لئے اعزاز کا باعث ہے۔ مقتدر علماء امت، محدثین، فقہاء کرام اور اولیاء ملت اپنی چاہتوں کی مثالیں رقم کر چکے ہیں۔ شیخ عبدالعزیز الطباطبائی نے ''اھل البیت علیھم السلام فی المکتب العربیۃ'' میں ۸۵۶ کتابوں کا تعارف پیش کیا ہے جو اہلبیت کے فضائل ومناقب پر صرف عربی زبان میں لکھی گئی ہیں۔ جبکہ فارسی، اردو اور دیگر زبانوں میں لکھی جانے والی کتابیں ان کے علاوہ ہیں۔

ان میں سے سید المحققین علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے دو رسالوں کا ترجمہ اور تشریح آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

☆......احیاء المیت بفضائل اھل البیت۔

☆......الثغور الباسمہ فی مناقب سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنھا

اول الذکر رسالہ 60 احادیث وآثار کا خوبصورت مجموعہ ہے۔ جن میں خاندان نبوت کی شان وعظمت کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے احترام وتوقیر کی رغبت بھی دلائی

گئی ہے۔علامہ سیوطی سے قبل کسی مصنف نے فضائل اہلبیت پر تحریر کی جانے والی کتابوں میں سے کسی کا نام اس نام پر نہیں رکھا۔البتہ ان کے بعد ایک غیر مقلد شیخ نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے "احیاء القلب المیت" کے نام پر اہلبیت کے فضائل ومناقب مرتب کئے ہیں۔

بلاشبہ یہ نام اسم با مسمی ہے اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اہلبیت کی محبت مردہ دلوں میں زندگی کی روح دوڑاتی ہے بلکہ مردہ ایمانوں کو ایمان کی دولت حاصل ہو جاتی ہے۔

دوسرا رسالہ" الثغور الباسمہ فی مناقب سیدتنا فاطمہ "ہے۔اس رسالہ میں خاتون جنت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے فضائل ومناقب کو نہایت جامعیت اور اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

میں نے ان دونوں رسالوں کا اردو ترجمہ اور جابجا تشریحی حاشیے رقم کرنے کی کوشش کی ہے۔ان رسائل کے ساتھ حضور سید عالم ﷺ کی اولاد پاک،سیدنا علی المرتضی اور امامین حسنین کریمین علیہم السلام کے مختصر حالات بھی شامل کر دیئے ہیں تا کہ قارئین کرام ان عظیم ہستیوں کی شخصیت وکردار سے بھی واقفیت حاصل کرلیں جو اس سلسلہ مروارید کا درِ اول ہیں۔

میں اپنی کوشش میں کس حد تک کامیاب ہوا ہوں اس کا فیصلہ آپ اس کتاب کو پڑھنے کے بعد ہی کر سکتے ہیں۔اللہ تعالی سے دست بدعا ہوں کہ میری اس ادنیٰ سی کوشش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور خاندان نبوت کے خصوصی فیضان سے مجھ ناچیز کو فیض یاب فرمائے۔آمین یا رب العالمین بحرمت سید المرسلین وآلہ الطیبین الطاھرین واصحابہ المکرمین اجمعین

محمد عرفان طریقتی القادری

مدیر ماہنامہ بہار اسلام وانچارج: بہار اسلام اسلامک ریسرچ سنٹر لاہور

امام الاولیاء امیر المؤمنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

آپ کا اسم گرامی علی، والد کا نام ابو طالب (عبد مناف) ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب کچھ یوں ہے:

علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف۔

آپ نبی کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے اور جد محترم سیدنا عبد المطلب کے ساتھ آپ کا سلسلہ نسب ایک ہو جاتا ہے۔ آپ کے والد ابو طالب اور نبی کریم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ دونوں سگے بھائی تھے یعنی دونوں کی والدہ ایک ہی تھیں۔ آپ کی والدہ نے آپ کا نام ان کے نانا کے نام کی نسبت سے ''اسد'' رکھا تھا۔ تب ابو طالب گھر میں موجود نہ تھے، جب وہ لوٹے تو انہیں یہ نام اچھا محسوس نہ ہوا تو انہوں نے آپ کا نام ''علی'' رکھ دیا۔ (۱)

آپ کی کنیت ''ابو الحسن'' ہے جو آپ کے بڑے صاحبزادے سیدنا حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ہے۔ جبکہ حضرت علی کو ''ابو تراب'' بھی کہا جاتا تھا اور یہ کنیت آپ کی نبی کریم ﷺ نے رکھی تھی۔ جب حضرت علی کو ابو تراب کہا جاتا تو اصل نام سے بھی زیادہ خوشی و فرحت محسوس کرتے تھے۔ ابو تراب کنیت رکھنے میں واقعہ یہ ہے کہ ایک دن نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے تو سیدنا علی المرتضیٰ گھر میں موجود نہ تھے۔ آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سے دریافت فرمایا تو آپ نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! میرے اور ان کے درمیان کچھ بات ہو گئی تھی تو وہ غصہ ہو کر باہر چلے گئے ہیں اور میرے پاس آرام فرما نہیں ہوئے۔ نبی

(۱)......غریب الحدیث للخطابی، جلد: ۲، صفحہ: ۱۷۰

کریم ﷺ نے ایک شخص کو فرمایا کہ حضرت علی کو دیکھے، آپ کہاں ہیں۔اس نے خبر دی کہ یا رسول اللہ ﷺ وہ مسجد میں سو رہے ہیں۔تب نبی کریم ﷺ مسجد میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت علی وہاں سو رہے تھے اور ان کی چادر کندھوں سے ڈھلک چکی تھی اور جسم پر گرد و غبار پڑا ہوا تھا۔نبی کریم ﷺ ان کے جسم سے مٹی کو ہٹانے لگے اور ساتھ فرماتے جاتے ''قُمْ اَبَا تُرَابٍ'' اے مٹی والے اٹھ جا۔(۲)

اس وقت سے آپ کی کنیت ابوتراب مشہور ہوگئی۔آپ کی کنیتیں، ابوالحسن والحسین ،ابوالقاسم ہاشمی (۳)،اور ابوالسبطین بھی شمار ہوتی ہیں۔(۴)

امیر المومنین، رابع الخلفاء الراشدین، اسد اللہ وغیرہم آپ کے القابات میں شمار کئے جاتے ہیں۔(۵)

ولادت:

آپ کی تاریخ ولادت میں اختلاف ہے، علامہ ابن حجر، ابن اسحاق اور امام محمد الباقر کی تحقیق کے مطابق آپ کی ولادت بعثت نبوی سے دس سال قبل ہوئی۔(۶)

امام حاکم فرماتے ہیں: اخبار متواترہ سے ثابت ہے کہ آپ کی ولادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی۔(۷)

(۲)......صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۴۰۹ (۳)......البدایۃ والنہایۃ، جلد:۷، صفحہ:۲۲۳

(۴)......اسد الغابہ، جلد:۴، صفحہ:۱۶ (۵)...... تاریخ اسلام للذہبی ،صفحہ: ۲۷۶...... البدایہ والنہایہ، جلد:۷، صفحہ:۲۲۳......خلاصۃ تہذیب الکمال، جلد:۲، صفحہ:۲۵۰

(۶)......الاصابہ، جلد:۲، صفحہ:۵۰۷......فتح الباری، جلد:۷، صفحہ:۱۷۴......المعجم الکبیر، جلد:۱، صفحہ:۵۳

(۷)......المستدرک، جلد:۳، صفحہ:۴۸۳

حضرت علی کے والدین اور بہن بھائی:

آپ کے والد کا نام ابو طالب عبد مناف تھا۔ نبی کریم ﷺ سے شدید محبت رکھتے تھے اور حضرت عبد المطلب کے بعد حضور سرورِ عالم ﷺ کی پرورش کی ذمہ داری ان کے کندھوں پر آپڑی جسے انہوں نے خوب لگن اور محبت سے نبھایا۔ ابو طالب کثیر العیال اور قلیل المال تھے (یعنی اولاد زیادہ تھی اور مال و دولت کی فراوانی نہ تھی) لہٰذا جب حضرت علی کی ولادت ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے انہیں گود لے لیا اور اس طرح علی المرتضیٰ کی پرورش نبی کریم ﷺ کے زیرِ سایہ ہونے لگی۔ حضرت ابو طالب نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وصیت کی تھی کہ کبھی اپنے بھائی (یعنی نبی کریم ﷺ) کا دامنِ رحمت نہ چھوڑنا، یہ تمہیں ہمیشہ بھلائی اور خیر ہی کی بات بتلائیں گے۔ چنانچہ ابن اسحاق نے ''السیرۃ'' میں ذکر کیا ہے کہ ایک دن حضرت ابو طالب نے نبی کریم ﷺ اور حضرت علی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ لیا تو حضرت علی سے پوچھا یہ کون سا دین ہے؟ جسے تم نے اپنا لیا ہے۔ کہنے لگے: اے ابا جان! میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لایا ہوں اور میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں جو یہ لے کر آئے ہیں اور میں انہی کی اتباع کرتا ہوں اور ان کے ساتھ اللہ کی نماز پڑھتا ہوں۔ یہ سن کر ابو طالب نے کہا: '' اَمَا اِنَّهٗ لَمْ یَدْعُکَ اِلَّا اِلٰی خَیْرٍ ، فَالْزِمْهُ '' یاد رکھو یہ تمہیں ہمیشہ بھلائی ہی کی طرف بلائیں گے، سو تم ان کو لازم پکڑ لو۔ (۸)

آپ کی والدہ جلیل القدر صحابیہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا ہیں۔ ان کا تعلق بھی بنو ہاشم قبیلہ سے تھا اور آپ پہلی ہاشمی خاتون ہیں جنہوں نے ہاشمی لڑکے کو جنم دیا۔ (۹)

(۸)...... السیرۃ النبویہ، لابن اسحاق، جلد:۱، صفحہ:۲۶۴

(۹)...... فضائل صحابہ، جلد:۲، صفحہ:۶۸۵

نبی کریم ﷺ کی والدہ اور دادا کی وفات کے بعد جہاں حضرت ابو طالب نے نبی کریم ﷺ کو سگے بچوں سے بھی زیادہ محبوب رکھا وہیں آپ کی زوجہ سیدہ فاطمہ بنت اسد نے بھی نبی کریم ﷺ کو ماں بن کر دکھایا اور انہیں ایک ماں کے بعد دوسری ماں کا پیار دیا۔ نبی کریم ﷺ نے بھی انہیں خاص مقام و مرتبہ سے نوازا اور ان کی شان میں متعدد احادیث بیان فرمائیں۔ آپ ﷺ وقتاً فوقتاً ان کیلئے تحفہ و تحائف بھیجتے رہتے اور اپنی چاہتوں کا اظہار فرماتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک استبرق کی چادر ہدیہ کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: اسے فاطماؤں کیلئے اوڑھنیاں بنا دو۔ (۱۰) میں نے اسے چاق کیا اور چار اوڑھنیاں بنا دیں۔ ایک فاطمہ بنت رسول ﷺ کیلئے، ایک فاطمہ بنت اسد کیلئے، ایک فاطمہ بنت حمزہ رضی اللہ عنہن کیلئے اور ایک چوتھی فاطمہ ہیں ان کا نام ذکر نہیں کیا۔ (۱۱)

نبی کریم ﷺ نے دوران زندگی بھی انہیں کبھی دور نہ رکھا اور ان کی وفات کے بعد بھی ان کے احسانات کو ذکر کر کے اپنی رحمتوں سے نوازا، چنانچہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور انکے سرہانے کھڑے ہو کر فرمایا: اے میری پیاری ماں! اللہ تجھ پر رحم کرے، میری ماں کے بعد تو میری ماں بن گئی۔ تو نے خود کو بھوکا رکھا اور میرا پیٹ بھرا، تو خود (نئے) لباس سے عاری رہی لیکن مجھے لباس پہنایا اور تو نے خود کی خواہشات کو روک لیا لیکن مجھے اچھے اچھے کھانے کھلائے۔ اور آپ کی نیت محض اللہ کی رضا اور آخرت کے گھر کی تھی۔ پھر

(۱۰)......سنن ابن ماجہ، کتاب اللباس، حدیث نمبر: ۳۵۹۶

(۱۱)......الاصابہ، جلد: ۸، صفحہ: ۲۷

آپ ﷺ نے انہیں تین تین بار غسل دینے کا حکم دیا۔ اپنی قمیص اتار کر انہیں کفن کے طور پر عطا فرمائی، حضرت اسامہ بن زید، ابوایوب انصاری، عمر بن خطاب اور ایک حبشی غلام کو بلا کر ان کیلئے قبر کھدوائی اور پھر جب وہ لحد کے قریب تک کھودی گئی تو آپ ﷺ نے خود بھی اسے کھودا اور اس کی مٹی کو نکالا۔ جب قبر کی کھدوائی سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ خود ان کی قبر میں اترے اور لیٹ کر یہ دعا فرمائی: اے اللہ! جو زندگی اور موت دینے والا ہے، خود زندہ ہے کبھی نہیں مرے گا۔ میری ماں فاطمہ بنت اسد کی مغفرت فرما اور ان پر ان کی قبر کو وسیع کر دے تیرے نبی ﷺ اور مجھ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام کے وسیلے سے، بے شک تو سب رحم کرنے والوں میں زیادہ رحیم ہے۔ (۱۲)

حضرت ابوطالب کے چار بیٹے اور دو بیٹیاں تھیں۔ اس اعتبار سے حضرت علی کے تین بھائی اور دو بہنیں تھیں۔ طالب، عقیل، جعفر، ام ہانی اور جمانہ۔ یہ تمام اولاد حضرت فاطمہ بنت اسد سے تھی۔

طالب بن ابی طالب:

یہ حالت شرک میں ہی فوت ہوا۔ کہتے ہیں کہ کسی جگہ گیا تھا لیکن واپس لوٹ کر نہ آیا اور اس کی کوئی خبر نہ مل سکی۔ (۱۳) مشرک ہونے کے باوجود اس کو نبی کریم ﷺ سے بڑی محبت تھی اور اس نے نبی کریم ﷺ کی مدح میں قصیدے بھی لکھے۔ (۱۴)

(۱۲)......المعجم الکبیر، جلد:۲۴، صفحہ:۳۵۲...... المعجم الاوسط، جلد:۱، صفحہ:۱۵۲......حلیۃ الاولیاء، جلد:۳، صفحہ:۱۲۱......مجمع الزوائد، جلد:۹، صفحہ:۲۵۷

(۱۳)......البدایہ والنہایہ، جلد:۷، صفحہ:۲۲۳

(۱۴)......الجوہرۃ فی نسب النبی واصحابہ من المرتضیٰ، صفحہ:۲۳

(2)......عقیل بن ابی طالب:

یہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے ، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ان کی کنیت ابو یزید تھی۔ یہ یزید بن معاویہ کے دور میں واقعہ حرہ سے قبل 96 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔(۱۵)

(3)......جعفر بن ابی طالب:

آپ نے ابتدائے اسلام میں ہی اسلام قبول کرلیا تھا۔مساکین سے الفت رکھتے تھے اوران کی خدمت کرکے دلی اطمینان حاصل کرتے تھے۔شام کی سرزمین پر فوت ہوئے۔

(4)......ام ہانی بنت ابی طالب:

ان کے نام میں اختلاف ہے مگر مشہور قول کے مطابق ان کا نام ''فاختہ'' تھا۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا، مکہ میں حضور ﷺ ان کے ہاں اکثر آرام کیا کرتے تھے اور یہیں سے آپ ﷺ معراج کیلئے تشریف لے گئے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی بعد تک زندہ رہیں۔حضور ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

(5)......جمانہ بنت ابی طالب:

ان کی کنیت ام عبداللہ ہے،ابن سعد نے طبقات میں ''فاطمہ بنت اسد'' (والدہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے ترجمہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

صفاتِ خَلقیہ:

ابن عبدالبر کہتے ہیں: حضرت علی کی صفات میں حسن وادا پائی جاتی ہے۔آپ

(۱۵)......الاصابہ فی تمیز الصحابہ،جلد:2،ص:494

درمیانہ قد سرگیں آنکھوں والے، نہایت خوبصورت چہرے کے مالک تھے۔ آپ کا حسن دیکھ کر محسوس ہوتا تھا گویا چودھویں کا چاند نکلا ہوا ہے۔ بڑا پیٹ، کشادہ کاندھے، خوبصورت ہتھیلیاں اور آپ کی گردن ایسے تھی جیسے چاندی سے بنی ہوئی ہے۔ (۱۶)

قبول اسلام:

حضرت علی نے بچپن میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا، نبی کریم ﷺ نے تمام خاندان کی دعوت کی تھی اور تمام اہل قریش کو گھر بلایا تھا۔ جب کھانا کھا رہے تھے تو نبی کریم ﷺ نے اسلام کی دعوت دی اور دین کے بارے میں تعارفی کلمات بڑی وضاحت کے ساتھ بیان فرمائے لیکن ان میں سے کوئی بھی اس دعوت کو قبول کرنے پر تیار نہ ہوا۔ تب حضرت علی رضی اللہ عنہ کمسن تھے لیکن پورے خاندان کے سامنے کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کی نہ صرف دعوت کو قبول کیا بلکہ ان کی مدد کرنے اور دین کو ترقی دینے کیلئے بھی اپنی خدمات کو پیش کیا۔ علماء کرام نے مختلف روایات میں تطبیق دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی شخصیت کا نام "علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ" ہے۔ (۱۷)

شان علی بزبان نبی ﷺ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شان اور مرتبہ و مقام کے بارے میں کثیر احادیث وارد ہیں۔ علماء و محدثین نے حضرت علی کے فضائل و مناقب اور خصائص و شمائل پر اجزائے احادیث اور کتب و رسائل تحریر فرمائے ہیں۔ آپ کے فضائل و مناقب میں مروی احادیث میں سے چند بطور تبرک حاضر خدمت ہیں ورنہ ان احادیث کا احاطہ کرنا تو نہایت کٹھن اور مشکل کام ہے۔

(۱۶)......خلاصہ: الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب، جلد:۳، صفحہ:۱۱۲۳

(۱۷)......البدایہ والنہایہ، جلد:۳، صفحہ:۲۶۔۲۸، الاوائل من الصحابہ وذوالفضل منہم والنجابہ، صفحہ:۲۳

نبی کریم ﷺ نے حضرت علی کے وجود کو اپنا وجود قرار دیا اور ان کو دی گئی گالی اور ان کی برائی کرنے کو اپنی برائی قرار دیا۔ ابو عبداللہ الجدلی فرماتے ہیں: میں سیدہ ام سلمہ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا: تمہارے ہوتے ہوئے اب رسول اللہ ﷺ کو برا کہا جائیگا؟ میں نے عرض کیا: سبحان اللہ! کیسی باتیں کرتی ہیں۔ فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے علی کو سب وشتم کیا اس نے مجھے سب وشتم کا نشانہ بنایا۔ (۱۸)

حضور ﷺ نے محبت علی کو معیار ایمان قرار دیا:

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھ سے عہد لیا کہ میرے ساتھ صرف مومن ہی محبت کرے گا اور صرف منافق ہی مجھ سے بغض رکھے گا۔ (۱۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ پر تخفیف فرمائی، چنانچہ حضرت علی فرماتے ہیں:

جب قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُولَ فَقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوَاكُمْ صَدَقَةً ۝ (۲۰)

(۱۸)......مسند احمد، جلد:۶، صفحہ:۳۲۳......المستدرک، جلد:۳، صفحہ:۱۲۱......تاریخ ابن عساکر، جلد:۱۲، صفحہ:۱۲۷......، المصنف لابن ابی شیبہ، جلد:۱۲، صفحہ:۷۶......المعجم الکبیر، جلد:۲۳، صفحہ:۳۲۲......تاریخ بغداد، جلد:۷، صفحہ:۴۰۱

(۱۹)......مسند احمد، جلد:۱، صفحہ:۹۵......سنن نسائی، جلد:۸، صفحہ:۱۱۷......المعجم لابن الاعرابی، حدیث نمبر:۱۰۰۰......شرح السنۃ، جلد:۱۴، صفحہ:۱۱۳......تاریخ ابن عساکر، جلد:۱۲، صفحہ:۱۱۹

(۲۰)......المجادلۃ، آیت:۱۲

اے ایمان والو! جب تم رسول سے کوئی بات آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دے لو

تو نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: ان سے کہو صدقہ کریں۔ عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ کتنی مقدار صدقہ کریں؟ فرمایا: ایک دینار، عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ! وہ لوگ اتنے کی طاقت نہیں رکھتے، فرمایا: نصف دینار کردیں۔ عرض کیا: حضور! اتنا بھی نہیں کرسکتے۔ فرمایا: پھر کتنا کرسکتے ہیں؟ عرض کیا ایک گندم کے دانے برابر (سونا) صدقہ کرسکتے ہیں۔ تو حضور ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: دنیا میں تیری رغبت بہت کم ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت کا نزول فرمایا:

ءَاَشْفَقْتُمْ اَنْ تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقٰتٍ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ٥ (۲۱)

کیا تم اس سے ڈرے کہ تم اپنی عرض سے پہلے کچھ صدقہ دو۔ پھر جب تم نے یہ نہ کیا اور اللہ نے اپنی مہر سے تم پر رجوع فرمایا تو نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ دو۔

حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے صدقے امت محمدیہ پر تخفیف فرمادی۔ (۲۲)

حضرت علی رضی اللہ عنہ، ایک مفسر قرآن:

مشہور حدیث پاک ہے کہ حضور ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ کو شہر علم کا دروازہ قرار دیا ۔ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ علوم و معارف اور اسرار و معرفت کا بحر بے کنار تھے۔ اور علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضرت علی جنگ و فتن میں مشغول کردئے گئے ورنہ آپ ایسے ایسے علمی نکات

(۲۱)......المجادلۃ، آیت: ۱۳ (۲۲)......مسند الموسوعۃ الحدیثیہ، حدیث نمبر: ۸۴۹

بیان کر جاتے کہ انسانی عقلیں دنگ رہ جاتیں ۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بحیثیت مفسر بے شمار روایات منقول ہیں جن سے آپ کا تدبر فی القرآن اور تفکر فی کتاب اللہ کا عالی مرتبہ متعین کرنے میں کو دقت محسوس نہیں ہوتی ۔ ذیل میں دیئے گئے آپ کے تفسیری فرامین ،آپ کے تفقہ فی القرآن کی عمدہ مثالیں ہیں:

☆......آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سارے کا سارا زہد ،قرآن مجید کے دو کلموں کے درمیان ہے: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لِكَيْلَا تَأْسَوْا عَلَى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوا بِمَا اٰتَاكُمْ ○ (۲۳)

تا کہ تم نہ مایوس ہو اس پر جو تم سے فوت ہو گیا اور نہ خوش ہو اس پر جو تمہارے پاس آنے والا ہے۔ جس نے ماضی پر مایوسی اور مستقبل پر خوش نہ کی ، اس نے زہد کو دونوں کناروں سے تھام لیا۔ (۲۴)

☆......حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب کوئی مرد صالح فوت ہوتا ہے تو اس کا مصلّیٰ (نماز کی جگہ) اور زمین و آسمان میں اعمال کے بلند ہونے کا مقام، اس بندے پر آنسو بہاتا ہے۔ اور پھر آپ نے یہ آیت تلاوت کی:

فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ○ (۲۵)

پھر نہ روئیں گے ان (کافروں) پر آسمان اور زمین اور نہ وہ مدد کئے جائیں۔

☆......ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(۲۳)......سورۃ الحدید، آیت: ۲۳

(۲۴)......رسالۃ المسترشدین، صفحہ: ۲۲۴......فرائد الکلام، صفحہ: ۳۷۶

(۲۵)......سورۃ الدخان، آیت: ۲۹

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ ○ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ○ (۲۶)

اس دن مال اور اولاد کوئی نفع نہ دیں گے۔ مگر وہ جو قلب سلیم کے ساتھ آئے گا۔

حضرت علی فرماتے ہیں:

مال اور بیٹے دنیا کی کھیتی ہے اور نیک اعمال آخرت کی نیکی ہے۔ کچھ لوگوں کیلئے اللہ ان دونوں کو جمع فرما دیتا ہے۔ (۲۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور خلفاء راشدین:

قلم و قرطاس طوالت کی اجازت نہیں دے رہے ورنہ حضرت علی اور خلفاء ثلاثہ کے مابین محبت و الفت کے جذبات اور ان کے باہمی اخلاص کو تفصیلاً بیان کیا جاتا۔ اس موضوع پر روایات صحیحہ کا اس قدر ذخیرہ موجود ہے کہ سینکڑوں صفحات پر مشتمل کتابیں تالیف ہو سکتی ہیں۔ طوالت کے ڈر سے محض چند روایات پیش خدمت ہیں جن سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے یہ احباب آپس میں کیسے شیر و شکر تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا:

کیا میں تم لوگوں کو اس آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں جو اس امت میں نبی ﷺ کے بعد سب سے بہتر ہے؟ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا: کیا میں تمہیں اس آدمی کے بارے میں نہ بتاؤں جو ابو بکر کے بعد سب سے بہتر ہے؟ فرمایا: وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ (۲۸)

حضرت ابو وائل شقیق بن سلمہ فرماتے ہیں:

حضرت علی سے عرض کیا گیا کہ کیا آپ ہم پر کسی کو خلیفہ مقرر نہیں کریں گے؟

(۲۶)......سورۃ الشعراء، آیت: ۸۸۔۸۹

(۲۷)......تفسیر امیر المؤمنین علی رضی اللہ عنہ، جلد: ۲، صفحہ: ۶۶۱ (۲۸)......مسند احمد، جلد: ۱، صفحہ: ۱۰۶

فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے خلیفہ مقرر نہیں کیا تھا جو میں کروں، لیکن اگر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں سے بھلائی کا ارادہ کیا تو ضرور انہیں میرے بعد بہتر آدمی پر متفق کر دے گا جس طرح نبی کریم ﷺ کے بعد بہترین شخص (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) پر متفق کر دیا تھا۔(۲۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مشیر خصوصی ہوا کرتے تھے، آپ سے مشورہ لینے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کسی دوسرے سے مشورہ لینے کی ضرورت محسوس نہ کرتے تھے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نا صرف حضرت علی سے لگاؤ تھا بلکہ آپ سارے خاندان نبوت سے محبت والفت رکھتے تھے اور ان محبت وشفقت کا معاملہ کیا کرتے تھے۔

حضرت علی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی باہمی محبت:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو سیدنا علی المرتضیٰ کے ساتھ غایۃ درجہ محبت تھی اور دونوں آپس میں گہرے دوست ہوا کرتے تھے۔ شیخ محمد الحاجی رقمطراز ہیں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق کے پہلے مشیر ہیں، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تمام بڑے اور چھوٹے معاملات میں حضرت علی سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ جب مسلمانوں نے بیت المقدس اور مدائن کو فتح کیا، حضرت عمر نے نہاوند اور روم میں جہاد کرنے کا ارادہ کیا اور ہجری تقویم کو ترتیب دینے کا ارادہ کیا اور دیگر بڑے بڑے امور میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مشورہ کیا۔(۳۰)

ایک مرتبہ حضرت علی اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما اکٹھے بیٹھے ہوئے تھے کہ

(۲۹)......المستدرک، جلد:۳، صفحہ:۷۹

(۳۰)......علی بن ابی طالب مستشارا من الخلفاء الراشدین، صفحہ:۹۹

ایک آدمی نے حضرت علی کی شکایت پیش کی ۔ حضرت عمر جب فیصلہ فرمانے لگے تو فرمایا: اے ابوالحسن ! اپنے مدمقابل کے برابر کھڑے ہو جاؤ۔ یہ سن کر حضرت علی کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا۔ جب فیصلہ ہو گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا: اے ابوالحسن ! میں نے تمہارے اور مدعی کے مابین برابری کا معاملہ کیا اور آپ نے غصہ کیا؟ عرض کیا! اے امیر المومنین ایسی بات نہیں ہے، آپ برابری ہی تو نہ کر سکے۔ آپ نے مجھے میری کنیت کے ساتھ ''ابوالحسن'' کہہ کر بلایا اور میرے مدمقابل کو کنیت کے ساتھ نہیں بلایا (تو برابری کیسی ہوئی؟) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے سر کا بوسہ لیا اور فرمایا: ''مَا اَبْقَانِیَ اللّٰہُ بِاَرْضٍ لَیْسَ فِیْھَا اَبُوْ الْحَسَنِ'' مجھے اللہ تعالیٰ ایسی زمین پر زندہ نہ رکھے جہاں ابوالحسن نہ ہو۔ (۳۱)

آلِ نبی ﷺ اور اولادِ علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضرت عمر کی محبت:

حضرت امام حسین بن علی علیہ السلام فرماتے ہیں:

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اے پیارے بیٹے کبھی ہمیں بھی خدمت کا موقع فراہم کرو، تو ایک دن میں حضرت عمر کے پاس گیا اور آپ حضرت معاویہ کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے تھے اور آپ کے بیٹے عبداللہ دروازے پر کھڑے تھے لیکن ان کو اندر جانے کی اجازت نہ تھی۔ تو میں واپس لوٹ آیا۔ بعد میں ان کی میرے ساتھ ملاقات ہوئی تو کہنے لگے، بیٹے آپ آئے نہیں؟ میں نے کہا، میں آیا تھا لیکن ابن عمر کو واپس آتا دیکھ کر میں بھی واپس لوٹ آیا (کہ جب امیر المومنین کے بیٹے کو اجازت نہیں ہے تو مجھے کیسے مل سکتی ہے) تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

(۳۱)......عمر بن خطاب، للشیخ صالح عبدالرحمٰن، صفحہ: ۷۹

''آپ عبداللہ بن عمر سے زیادہ اجازت کے حقدار ہیں۔''(۳۲)

حضرت علی اور حضرت عثمان غنی کے باہمی تعلقات محبت:

جس طرح سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ محبانہ تعلقات تھے اسی طرح آپ کے سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی مخلصانہ روابط تھے۔ حضرت علی حسب سابق حضرت عثمان کے دور خلافت میں بھی ان کے مشیر خاص رہے اور حضرت عثمان تمام معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔ جہادِ افریقہ کیلئے جب حضرت عثمان نے مجلس مشاورت منعقد کرنا چاہی تو کبار صحابہ کرام کو پیغام بھیجا جن میں سر فہرست حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اسم گرامی تھا۔(۳۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حدود جاری کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حصین بن منذر بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان کے پاس تھا کہ ایک ولید نامی آدمی کو لایا گیا اور دو آدمیوں نے اس پر گواہی دی کہ اس نے شراب پی ہے۔ حضرت عثمان غنی نے حضرت علی سے فرمایا اس پر حد جاری کروایئے، چنانچہ آپ نے حضرت عبداللہ بن عقیل کو کہہ کر کوڑے لگوائے اور خود پاس کھڑے ہو کر گنتی کرتے رہے۔ جب چالیس کوڑے ہو گئے تو فرمایا: رک جاؤ۔ نبی کریم ﷺ نے چالیس کوڑے لگوائے، اور حضرت ابوبکر نے چالیس کوڑے لگوائے اور حضرت عمر نے اسی کوڑے لگوائے اور یہ سب سنت ہیں لیکن میں چالیس کو پسند کرتا ہوں۔(۳۴)

قرآن مجید کی ایک قرأت پر لوگوں کو متفق کرنا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا کارنامہ ہے،

---

(۳۲)......الاصابۃ، جلد:۱صفحہ:۱۳۳ (۳۳)......ریاض النفوس، جلد:۱، صفحہ:۸۔۹

(۳۴)......شرح النووی علی صحیح مسلم، جلد:۱۱، صفحہ:۲۱۶

جس پر چند لوگوں کو اختلاف ہوا تو حضرت علی ﷺ نے لوگوں کو خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ لَا تَغْلُوْا فِيْ عُثْمَانَ ، وَلَا تَقُوْلُوْا لَهُ إِلَّا خَيْرًا فَوَاللّٰهِ مَا فَعَلَ الَّذِيْ فَعَلَ إِلَّا عَنْ مَلَإٍ مِنَّا جَمِيْعًا وَاللّٰهِ لَوْ وَلِّيْتُ لَفَعَلْتُ مِثْلَ الَّذِيْ فَعَلَ .(۳۵)

اے لوگو! عثمان کے بارے میں غلو نہ کرو اور ان کے بارے میں صرف خیر اور بھلائی ہی کی بات کرو۔ اللہ کی قسم! جو کچھ انہوں نے کیا ہم (صحابہ کرام) کی رائے اور مرضی سے کیا۔ اور اگر ان کی جگہ میں خلیفہ ہوتا تو میں بھی ایسا ہی کرتا جیسا انہوں نے کیا ہے۔

حضرت علی کی شادیاں اور اولاد:

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کی زندگی میں کوئی شادی نہیں کی، آپ کی وفات کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ نے متعدد شادیاں کی جن سے آپ کی کثیر اولاد بھی ہوئی۔ آپ کی ازواج میں سے مشہور خواتین کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(۱)......حضرت سیدہ فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا۔ (۲)......خولہ بنت جعفر

(۳)......لیلیٰ بنت مسعود (۶)......صہباء (۴)......ام البنین بنت حرام

(۵)......اسماء بنت عمیس الخثعمیہ (۷)......امامہ بنت ابی العاص

(۸)......ام سعید بنت عروہ

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی اولاد کے بارے میں مختلف آراء ہیں۔ اٹھارہ 18 پہ اتفاق ہے جبکہ اکیس 21 یا بائیس 22 تک کے اقوال ملتے ہیں۔

شہادت:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ایک خارجی غلام عبد الرحمٰن ابن ملجم نے شہید کیا۔ یہ

(۳۵)......فتح الباری، جلد:۹، صفحہ:۱۸

خارجی کسی لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا اور اس نے حق مہر میں حضرت علی کی شہادت مانگی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ ان کو شہید کر دیا جائے گا کیونکہ رسول کریم ﷺ نے ان کو پہلے سے خبر دے رکھی تھی۔ آپ کی شہادت کا قصہ طویل ہے۔ آپ نے ۱۹ رمضان المبارک کی رات چالیس ہجری میں وفات پائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

☆☆☆☆☆☆☆

حضور سرور عالم ﷺ کی اولاد اطہار

اس بات پر تمام مورخین کا اتفاق ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اولاد کرام کی تعداد چھ 6 ہے جن میں دو صاحبزادے، حضرت قاسم اور حضرت ابراہیم علیہما السلام اور چار صاحبزادیاں، حضرت زینب، حضرت رقیہ، حضرت ام کلثوم اور حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہن ہیں۔ کچھ تاریخ نگاروں نے یہ بھی بیان فرمایا کہ آپ ﷺ کے ایک صاحبزادے حضرت عبداللہ بھی ہیں جن کا لقب ''طیب و طاہر'' ہے۔ اس بنا پر حضور اکرم ﷺ کی اولادِ پاک کی تعداد 7 سات ہو جاتی ہے۔ علامہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے کہ آپ ﷺ کے تین صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں ہیں۔ (۱)

ان کے علاوہ اور بھی اقوال آپ ﷺ کی اولاد مقدسہ کے بارے میں منقول ہیں جن سے آپ ﷺ کی اولاد کی تعداد 12 تک پہنچتی ہے۔ لیکن وہ افرادِ واحدہ کے اقوال ہیں، لہٰذا طوالت کے پیش نظر ہم ان کا تذکرہ نہیں کریں گے۔

حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ عنہ:

یہ حضور نبی اکرم ﷺ کی اولاد پاک میں سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ آپ کی ولادت اعلان نبوت سے قبل ہوئی اور آپ ہی کی نسبت سے حضور انور ﷺ کی کنیت ''ابو القاسم'' ہے۔ آپ نے ابھی پاؤں پر چلنا سیکھا تھا کہ جنت سدھار گئے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ آپ کی عمر دو سال ہوئی اور بعض کے مطابق آپ نے صرف سترہ ماہ دنیا کو سرور بخشا۔

(۱)......مدارج النبوۃ اردو

حضرت سیدنا عبداللہ طیب وطاہر رضی اللہ عنہ:

آپ کی ولادت باسعادت اعلان نبوت کے بعد ہوئی، اسی بنا پر آپ کو "طیب و طاہر" کے القاب سے ملقب کیا گیا۔ یہ بھی بچپن میں بہشت نشین ہو گئے تھے۔ جب ان کی وفات کی خبر شہر مکہ میں مشہور ہوئی تو خوش بخت بیٹے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بدنصیب باپ "عاص بن وائل" نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں ہذیان بکا اور کہا "محمد (ﷺ) ابتر ہو گئے" ۔ابتر کا معنی ہے کہ اب یہ بے نسل ہو گئے، ان کی نسل آگے نہ چلے گی اور کوئی ان کا نام لیوا نہ رہے گا۔ اس خبیث الفطرت کے ان الفاظ کا جواب خود رب لم یزل نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا اور سورۃ الکوثر کا نزول ہوا جس میں خالق کائنات ارشاد فرماتا ہے:

"اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ"

اے محبوب ﷺ بلا شک وریب آپ کا دشمن ہی ابتر (بے نسل) ہے۔

اور جہاں تک محبوب اکرم ﷺ کی شان وعزت کی بات ہے تو "اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" اے ہمارے محبوب ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کی خیر با کثرت عطا فرمادی ہے......

انا اعطینک الکوثر

ساری کثرت پاتے یہ ہیں

حضرت سیدنا ابراہیم رضی اللہ عنہ:

نبی کریم ﷺ کے یہ صاحبزادے حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اقدس سے متولد ہوئے۔ ان کی ولادت ماہ ذوالحجہ 8 ھ میں مدینہ منورہ کے قریب ایک علاقہ

''عالیہ'' میں ہوئی، اسی نسبت سے ''عالیہ'' کا دوسرا نام ''مشربۂ ابراہیم'' بھی ہے۔

یہ حضور سرور کونین ﷺ کی آخری صلبی اولاد ہیں۔ ان کی والدہ محترمہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کو اسکندریہ کے بادشاہ مقوقس نے دیگر تحائف کے ساتھ بارگاہِ رسالت میں بھیجا تھا۔ ان کی ولادت کے وقت، نبی اکرم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ حضرت سلمٰی نے دایہ کی خدمات انجام دیں، انہوں نے حضرت ابورافع کو یہ خوشخبری دے کر حضور ﷺ کے پاس مدینہ منورہ بھیجا۔ جب حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ یہ خوشخبری لے کر حضور ﷺ کی بارگاہ پہنچے اور ولادت باسعادت کی خبر دی تو حضور ﷺ نے خوش ہو کر حضرت ابورافع کو انعام کے طور کر ایک غلام عطا فرمایا۔ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے ولادت کے بعد حضرت جبریل امین بارگاہِ حبیب العالمین ﷺ میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو ''یا ابا ابراھیم'' کہہ کر نداء کی۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی ولادت سے سرکار مدینہ سرور قلب وسینہ ﷺ بے حد مسرور ہوئے اور آپ نے ان کے عقیقہ میں دو مینڈھے ذبح فرمائے اور سر کے بال اتار کر ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی اور ابراہیم نام رکھا۔ حضرت ابراہیم کو دودھ پلانے کیلئے حضرت ابو سیف رضی اللہ عنہ کی زوجہ حضرت ام سیف رضی اللہ عنہا کو منتخب کیا گیا۔ حضرت ابو سیف لوہار تھے اور ان کو حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت والفت تھی۔ حضور ﷺ اکثر وبیشتر فرزند ذیشان کی زیارت کیلئے ''مقام عالیہ'' کا دورہ فرمایا کرتے جو کہ ایک طرح سے حضرت ابو سیف رضی اللہ عنہ کی قسمت کا اوج تھا۔

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بھی بچپن میں وفات پاگئے جبکہ ابھی آپ نے دودھ پینے کی مدت بھی مکمل نہیں کی تھی۔ سرکار مدینہ ﷺ کا ارشاد پاک ہے......

میرا شہزادہ دودھ کی مدت پوری کرنے سے پہلے وفات پا گیا لہٰذا اس کی دودھ کی مدت پوری کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے جنت میں ایک دودھ پلانے والی مقرر فرما دی ہے۔
(صحیح بخاری)

جب حضرت ابراہیم ﷜ کی جانکنی کا وقت قریب آیا تو مالک کونین ﷺ کو اس کی اطلاع دی گئی اس وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف ﷜ حضور ﷺ کے پاس موجود تھے آپ ﷺ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور حضرت ابراہیم کے پاس چلے آئے وہ عالم نزع میں تھے ان کو دیکھ کر رحمت عالم ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، آپ نے ان کو اپنی آغوش میں لے لیا اور فرمایا:

''اے ابراہیم! تمہاری جدائی کے سبب ہماری آنکھیں بہتی ہیں اور دل غمزدہ ہے''

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف عرض کرنے لگے یارسول اللہ ﷺ آپ بھی روتے ہیں حالآنکہ آپ نے ہمیں رونے سے منع فرمایا ہے؟

رسول اکرم ﷺ نے جواباً ارشاد فرمایا اے عوف کے بیٹے تم جو حالت و کیفیت دیکھ رہے ہو یہ میت پر محبت و شفقت کی وجہ سے ہے اور جس رونے سے منع فرمایا ہے وہ چیخ و پکار اور آواز کے ساتھ رونا ہے۔

حضرت ابراہیم ﷜ کو وفات کے بعد جنت البقیع میں حضرت عثمان بن مظعون ﷜ کے ساتھ دفن کیا گیا۔ صحیح قول کے مطابق حضور اکرم ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ ادا کی اور آپ کو دفن کرنے کے بعد قبر انور پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں یہ پہلا چھڑکاؤ تھا جو کسی کی قبر پر کیا گیا، پھر حضور ﷺ نے ان کی قبر اطہر پر نشانی لگائی اور اس کیلئے خود پتھر اٹھا کر لائے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو سورج گرہن لگا جس سے لوگوں نے یہ بات گھڑلی کہ جب کسی بڑی شخصیت کا وصال ہوتا ہے تو سورج گرہن لگتا ہے اسی لئے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر سورج گرہن لگا۔ جب سرکارِ مدینہ ﷺ کو اس کی خبر ہوئی تو آپ تشریف لائے اور خطبہ پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا:

''اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ایَتَانِ مِنْ ایَاتِ اللّٰہِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَلَا لِحَیَاتِہٖ فَاِذَا رَاَیْتُمُوْھَا فَادْعُوْا اللّٰہَ وَصَلُّوْا حَتّٰی یَنْجَلِیَ''

سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دونشانیاں ہیں کسی کی موت یا زندگی سے ان کو گرہن نہیں لگتا لہٰذا جب تم لوگ گرہن دیکھو تو اللہ سے دعا مانگو اور نماز پڑھو حتی کہ گرہن ختم ہوجائے۔(۲)

حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قدر وشان:

ابن الرسول ﷺ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی قدر وشان بہت بلند واعلیٰ ہے حتی کہ روایات میں یہاں تک آتا ہے کہ اگر آپ حیات رہتے تو ضرور اللہ کے نبی ہوتے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ آپ نے نبی پاک ﷺ کے لختِ جگر حضرت ابراہیم کو دیکھا ہے؟ آپ نے فرمایا، ہاں وہ بچپن میں وفات پاگئے تھے اگر اللہ کے حکم میں سرورِ عالم ﷺ کے بعد کسی کا نبی ہونا مقدر ہوتا تو وہ ضرور زندہ رہتے۔(۳)

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم کی نمازِ جنازہ ادا کی اور پھر فرمایا ان کو دودھ پلانے کی خاطر جنت میں ایک

(۲)......صحیح بخاری، جلد:1، ص:145

(۳)......صحیح بخاری، جلد:2، صفحہ:914

مرضعہ کا تعین کر دیا گیا ہے اور اگر وہ زندہ رہتے تو ضرور صدیق اور نبی ہوتے۔(۴)

اسی طرح دیگر کتب احادیث وسیرت میں اس روایت کو نقل کیا گیا ہے۔ بعض علماء کا کہنا ہے کہ یہ قول باطل ہے کہ نبی کا بیٹا بھی نبی ہوتا ہے کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام اللہ کے نبی تھے مگر ان کے بیٹوں میں سے کوئی بھی نبی نہیں ہوا۔ مگر ایسا کہنا درست نہیں کیونکہ ان روایات میں یہ بیان نہیں ہو رہا کہ ہر نبی کا بیٹا نبی ہوتا ہے بلکہ ان میں اس بات کا بیان ہے کہ اگر حضرت ابراہیم زندہ رہتے تو اللہ کے نبی ہوتے، ممکن ہے رسول اللہ ﷺ کو اپنے علم لدنی کے باعث اس کا علم ہوا ہو اور آپ نے لوگوں کے سامنے اس کا ذکر فرمایا۔

حضرت سیدہ زینب بنت رسول رضی اللہ عنہا وﷺ:

سرور عالم دافع رنج والم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی سیدہ زینب بنت رسول ہیں۔ آپ کی ولادت اعلان نبوت سے دس سال قبل ہوئی، اس وقت رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک تیس 30 سال تھی۔ ان کا نکاح اعلان نبوت سے قبل ان کے خالہ زاد ابو العاص بن الربیع سے ہوا جو حضرت خدیجہ کبریٰ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے تھے۔(۵) حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ابتدائے اسلام میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن آپ کے شوہر ابو العاص کفر وشرک پر ڈٹے رہے۔ (بعد میں آپ بھی مسلمان ہو گئے تھے، اس کا ذکر آئندہ سطور میں آ رہا ہے) سیدہ زینب بنت رسول نے اپنے شوہر کے ایمان لانے سے تقریباً چھ سال قبل مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کی۔ آپ کی ہجرت کا واقعہ کچھ اس طرح ہے......

(۴)......ابن ماجہ، مدارج، جلد:۲

(۵)......مدارج النبوۃ، میں ان کی والدہ کا نام ہالہ کی بجائے ''ہند بنت خویلد'' تحریر ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ......

ابو العاص حالت کفر میں غزوۂ بدر میں مشرکوں کی طرف سے شریک ہوئے تو حضرت عبد اللہ بن جبیر انصاری نے انہیں قیدی بنا لیا، جب اہل مکہ نے اپنے اپنے قیدیوں کو چھوڑانے کیلئے فدیے بھیجے تو ابو العاص کو چھڑانے کے لئے ان کا بھائی مدینہ آیا۔ اس کے ہاتھ سیدہ زینب بنت رسول نے فدیہ کے طور پر ایک ہار بھیجا جو آپ کو آپ کی والدہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے جہیز میں دیا تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے وہ ہار دیکھا تو اسے پہچان گئے اور آپ علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ ''اگر تم لوگ مناسب سمجھو تو یہ ہار لئے بغیر اس قیدی کو رہا کر دو'' صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کا حکم سر آنکھوں پر، پھر ابو العاص کو رہا کر دیا گیا اور رسول اکرم ﷺ نے ان سے وعدہ لیا کہ مکہ جا کر وہ سیدہ زینب کو مدینہ کی طرف روانہ کر دیں گے۔ (٦)

مدینہ سے روانہ ہوتے ہوئے رسول اکرم ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اور انصار میں سے ایک اور شخص کو ان کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ سیدہ زینب کو اپنی حفاظت میں مدینہ لے آئیں۔ آپ ﷺ نے ان اصحاب کو نصیحت کی کہ تم لوگ مکہ میں مت داخل ہونا بلکہ ''وادیٔ ناجج'' کے بطن میں رک جانا، یہ مقام مکہ سے باہر مسجد عائشہ کے بالکل سامنے واقع ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب کو نصیحت کی کہ جب وہ سیدہ زینب کو تمہارے سپرد کریں تو انہیں اپنے ساتھ باحفاظت مدینہ لے آنا۔ (٧)

ابو العاص نے حسب وعدہ سیدہ زینب کو تیاری کا حکم دیا اور اپنے بھائی کنانہ بن

---

(٦)......اخبار النساء من سیر اعلام النبلاء، ص: 220......طبقات ابن سعد، جلد: 8، صفحہ: 31

(٧)......مدارج النبوۃ اردو، جلد: 2، صفحہ: 622

ربیع کو اونٹ لانے کو کہا، کنانہ نے اونٹ تیار کیا اور سیدہ زینب کو سوار کر کے دن دیہاڑے مدینہ منورہ کا رخ کیا، قریش کو اس بات کی خبر ہوئی تو انہوں نے ان کا تعاقب کیا اور مقام ''ذی طویٰ'' (۸) میں جا گھیرا۔ سب سے پہلے ہبار بن اسود ان کے پاس پہنچا اور نیزے سے اونٹ کو ڈرایا جس سے وہ ایک دم اچھلا اور سیدہ زینب اونٹ سے گر پڑیں جس کی وجہ سے آپ کا حمل ضائع ہو گیا۔ ہبار بن اسود کے اس طوفانِ بدتمیزی پر کنانہ بن ربیع طیش میں آ گیا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر زمین پر ڈالے اور کمان پکڑ کر بولا ''اللہ کی قسم! جو بھی (بری نیت سے) میرے قریب آئے گا میرے تیروں سے نہیں بچ سکے گا'' یہ صورت حال دیکھ کر ابوسفیان اپنے دیگر بڑے بوڑھوں کے ساتھ آگے بڑھا اور معاملہ رفع کرا دیا اور بولا:

اے نوجوان! ہم تجھے زینب کو لیجانے سے نہیں روکتے، مگر جب تم اس طرح دن دیہاڑے اسے یہاں سے لے کر جاؤ گے تو لوگ اسے ہماری بزدلی اور کمزوری سمجھیں گے اور کہیں گے کہ ہم لوگ اتنے ضعیف اور ناتواں ہو گئے کہ مسلمان دن چڑھے ہجرت کرنے لگے، لہذا تم اسے کسی دن رات کے اندھیرے میں لے جانا تا کہ ہمارا بھرم بھی قائم رہے۔

اس کے بعد کنانہ، سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کو واپس لے آیا اور چند روز کے بعد رات کے وقت آپ کو لے کر نکلا اور 'بطن ناجج'' میں حضرت زید بن حارثہ وغیرہ کے سپرد کیا جو سیدہ کو اپنی حفاظت میں مدینہ منورہ لے آئے۔(۹)

سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کو ہجرت کے دوران جتنی تکالیف کا سامنا کرنا پڑا

(۸) ...... یہ مقام مکہ مکرمہ سے تقریباً سات آٹھ کلو میٹر کے فاصلے پر مدینہ کے راستے میں تنعیم کے برابر میں واقع ہے۔

(۹)......شرح زرقانی علی المواہب، جلد:3، صفحہ:195,196 وسیرت ابن ہشام

وہ کسی اور کے حصے میں نہیں آئیں، اسی بنا پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کے فضائل میں ارشاد فرمایا "هِيَ أَفْضَلُ بَنَاتِيْ أُصِيْبَتْ فِيَّ" یعنی میری یہ بیٹی اس اعتبار سے بڑی فضیلت والی ہے کہ اسے میری طرف ہجرت کرنے میں اتنی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔(١٠)

حضرت ابوالعاص کا قبولِ اسلام:

حضرت ابوالعاص، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی بہن حضرت ہالہ (یا ہند بنت خویلد) کے صاحبزادے ہیں۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں، البتہ کتب سیرت (مدارج وغیرہ) میں ان کا نام "لقیط بن الربیع" منقول ہے۔

حضرت سیدہ زینب بنت رسول اکرم ﷺ، کی ہجرت کے تقریباً اڑھائی سال بعد ابوالعاص تجارت کی غرض سے اپنا اور مکہ کے کچھ اور لوگوں کا سامان لے کر نکلے۔ وہاں سے واپسی پر اصحاب رسول رضی اللہ عنہم نے ان کے لشکر کا تعاقب کیا اور انہیں قابو کرلیا۔ صحابہ چاہتے تھے کہ ان تمام اہل لشکر کو قتل کردیں۔ جب سیدہ زینب کو علم ہوا کہ ان میں ابوالعاص بھی شریک ہیں تو انہوں نے ابوالعاص کو پناہ دی اور انہیں قتل کرنے سے لوگوں کو باز رکھا۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے ابوالعاص کو قبولِ اسلام کی دعوت دی اور کہا کہ اگر تم اسلام قبول کرلو تو مشرکوں کا یہ سارا مال تمہارے لئے مالِ غنیمت ہوگا اور تم اس کے مالک ہو گے۔ ابو العاص نے ان کی دعوت کو قبول کیا مگر مشرکوں کا مال لینے سے انکار کردیا اور اجازت لے کر مکہ روانہ ہوئے۔

وہاں پہنچ کر جس جس کا مال آپ کے پاس تھا، اس کے سپرد کیا اور بولے "اے اہل مکہ! کیا تمہارا مال میں نے تمہیں لٹا دیا ہے؟ کیا تم مجھے مال کی ذمہ داری سے آزاد سمجھتے

(١٠)......شرح زرقانی علی المواہب

ہو؟'' انہوں نے کہا'' ہاں'' تو ابو العاص بولے کہ'' پھر تم گواہ رہنا کہ میں شہادت دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں'' کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد یہ مدینہ کی طرف ہجرت کر آئے۔(۱۱)

ابو العاص 6ھ میں ملک شام کی طرف تجارت کیلئے گئے، اور پھر جب سارے واقعہ کے بعد مسلمان ہو کر مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ماہِ محرم الحرام 7ھ کا سال تھا۔(۱۲)

سیدہ زینب اور ابو العاص کا دوبارہ ملاپ:

حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ کے اسلام قبول کر لینے کے بعد، سید المرسلین ﷺ نے سیدہ زینب کو دوبارہ ان کے سپرد کر دیا۔

اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کا دوبارہ نکاح فرمایا، یا پہلے نکاح کو ہی برقرار رکھتے ہوئے سیدہ کو ابو العاص کے سپرد کر دیا۔

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ کے واسطے سے اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی (سیدہ زینب) کو نئے نکاح اور نئے حق مہر کے ساتھ ابو العاص کے سپرد کیا۔(۱۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی شہزادی کو پہلے نکاح کے ساتھ ہی حضرت ابو العاص کے سپرد کیا اور نیا مہر مقرر نہیں فرمایا۔(۱۴)

(۱۱)......مدارج النبوۃ اردو، جلد:2، صفحہ:622 (۱۲)......طبقات ابن سعد، جلد:8، ص:33

(۱۳)......مسند احمد، رقم الحدیث:6938......جامع ترمذی، رقم الحدیث:1142......سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث:2010......طبقات بن سعد، جلد:8، صفحہ:32

(۱۴)......مسند احمد، رقم الحدیث:12644......سیرت ابن ہشام، جلد:1، صفحہ:658

صحیح قول کے مطابق آپ کا دوسرا نکاح نہیں کیا گیا بلکہ آپ کو پہلے نکاح پر ہی ابو العاص کے سپرد کیا گیا۔ جس روایت میں نکاح ثانی کا ذکر ہے وہ سنداً ضعیف ہے۔ جیسا کہ ''طبقات ابن سعد، جلد: 8، صفحہ: 32'' پر اس مسئلہ کی تمام وضاحت موجود ہے۔

اولادِ اطہار:

حضرت سیدہ زینب بنت رسول ﷺ کے ہاں حضرت ابو العاص سے ایک بیٹا ''علی بن ابی العاص'' پیدا ہوا جو کہ بالغ ہونے کے قریب تھا کہ اپنی والدہ محترمہ کی زندگی میں ہی وفات پا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنی سواری کے پیچھے سوار کیا ہوا تھا۔ (۱۵)

اس کے علاوہ ایک بیٹی حضرت امامہ بنت ابی العاص بھی پیدا ہوئیں جن سے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ کی وصیت کے مطابق ان کے وصال کے بعد نکاح فرمایا۔ حضرت امامہ کے ہاں حضرت علی المرتضی سے ایک بیٹے ''محمد الاوسط'' متولد ہوئے۔
حضور نبی اکرم ﷺ کو اپنی نواسی حضرت سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا سے بڑی محبت تھی ،آپ نماز کے دوران انہیں اپنے کندھوں پر سوار کر لیا کرتے تھے۔ ایک بار بڑا ہی خوبصورت سونے کا ہار نبی کریم ﷺ کی خدمت میں تحفے کے طور آیا جس کی خوبصورتی دیکھ کر ازواج مطہرات حیران رہ گئیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا یہ ہار میں اس کو دوں گا جو مجھے میرے گھر والوں میں سب سے محبوب ہے، امہات المؤمنین سمجھیں کہ یہ ہار سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو ملے گا مگر آپ ﷺ نے وہ ہار اپنی پیاری نواسی سیدہ امامہ رضی اللہ عنہا کو عطا فرمایا۔ (۱۶)

(۱۵)......اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد: 7، صفحہ: 130

(۱۶)......زرقانی، جلد: 3، ص: 297

سیدہ زینب کا وصال:

حضرت سیدہ زینب بنت رسول اللہ ﷺ کا وصال 8ھ میں ہوا، آپ کو ام المؤمنین حضرت سودہ، ام المؤمنین حضرت ام سلمہ، حضرت ام عطیہ اور حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہن نے غسل دیا اور رسول اکرم ﷺ نے کفن کیلئے خاص اپنا تہبند عطا فرمایا۔(۱۷)

تجہیز و تکفین کے بعد رسول اللہ ﷺ نے خود قبر انور میں اتر کر آپ کو دفن کیا۔ اس وقت آپ ﷺ کے مبارک چہرے پر رنج و ملال کے واضح اثرات موجود تھے۔(۱۸)

حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ و رضی اللہ عنہا:

سرکار مدینہ ﷺ کی شہزادیوں میں سے دوسرے نمبر پر حضرت سیدہ رقیہ بنت رسول اکرم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ آپ کی ولادت باسعادت واقعہ فیل کے 33 ویں سال اور حضور پر نور ﷺ کے اعلانِ نبوت سے سات 7 سال قبل ہوئی۔ آپ حضرت سیدہ زینب بنت رسول ﷺ سے تین سال چھوٹی ہیں۔ آپ نے بھی ابتدائے اسلام میں ہی اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا۔

آپ کا نکاح پہلے ابولہب کے بیٹے "عتبہ" سے ہوا تھا مگر رخصتی نہیں ہوئی تھی۔ جب قرآن مجید میں سورۂ لہب نازل ہوئی اور ابولہب کی ازلی تباہی اور دائمی رسوائی کا ذکر ہوا تو اس نے اپنے بیٹوں عتبہ اور عتیبہ (عتیبہ کا نکاح رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی ام کلثوم سے ہوا تھا) کو کہا کہ جب تک تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کو طلاق نہیں دیتے میرا اور تمہارا سر ایک تکیہ پر حرام ہے (مطلب یہ ہے کہ دو محبت کرنے والے ایک تکیے

(۱۸)......صحیح بخاری، رقم الحدیث: 1254 (۱۸)......اسد الغابہ

پر سر رکھ کر سوتے ہیں جب تک تم محمد (ﷺ) کی بیٹیوں کر طلاق نہیں دیتے ہمارا محبت کا تعلق ختم ہے) لہٰذا ان دونوں نے رخصتی سے قبل ہی اس نکاح کو ختم کر دیا گیا۔(۱۹)

اس کے بعد آپ کا نکاح سید الاغنیاء حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور آپ دونوں میاں بیوی نے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور پھر وہاں سے واپس آ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور دونوں ''صاحب الہجرتین'' (دو ہجرتوں والے) کے معزز لقب سے سرفراز ہوئے۔ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی ہجرت کے متعلق رسول اکرم ﷺ کا فرمانِ گرامی ہے....

''اِنَّهَا لَاَوَّلُ مَنْ هَاجَرَ اِلَى اللّٰهِ بَعْدَ لُوْطٍ''

حضرت لوط علیہ السلام کے بعد سب سے پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اللہ عزوجل کی طرف ہجرت کی۔(۲۰)

اولادِ پاک:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح سے حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں ایک بیٹے ''حضرت عبداللہ بن عثمان'' پیدا ہوئے، انہی کی نسبت سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی کنیت ''ابو عبداللہ'' تھی۔ انہوں نے اپنی والدہ کے بعد 4ھ میں چھ سال کی عمر میں وفات پائی۔ منقول ہے کہ ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے چونچ ماری جس سے چہرے پر ورم آ گیا اور آپ کی وفات ہو گئی۔(۲۱)

(۱۹)......تاریخ طبری، جلد:2، صفحہ:43، المواہب اللدنیہ، جلد:2، صفحہ:61

(۲۰)......الاصابہ، ج:2، ص:257

(۲۱)......اخبار النساء من سیر اعلام النبلاء، صفحہ:226

بیماری اور وفات:

غزوۂ بدر سے کچھ دیر پہلے آپ سخت بیمار ہوگئیں تھیں جبکہ مسلمان غزوۂ بدر کی تیاریاں کررہے تھے۔ رسول اکرم ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو ان کی تیمارداری کیلئے مدینہ میں ہی رکنے کا حکم ارشاد فرمایا اور آپ کو بدری صحابہ کا مقام بغیر شرکت کے ہی عطا فرمادیا اور مالِ غنیمت میں سے حصہ بھی عنایت کیا کیونکہ آپ اطاعت رسول ﷺ میں مدینہ منورہ رکے تھے۔

''الاصابہ'' اور ''اسد الغابہ'' میں نقل ہے کہ حضرت سیدہ رقیہ کو ''چیچک'' نکل آئی تھی اور اس قدر کمزوری ہوگئی کہ صاحبِ فراش ہوگئیں۔ بالآخر آپ کی ہجرت کو ایک سال سات ماہ گزرے تھے کہ ماہِ رمضان المبارک 2ھ عین فتح بدر کے روز آپ کا انتقال ہوگیا۔

کچھ روایات سے پتہ چلتا ہے کہ بدر سے واپسی کے بعد آپ کا انتقال ہوا، کیونکہ ان میں ذکر ہے کہ خواتین ان پر روتی تھیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں رونے سے منع نہیں کیا حتیٰ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور عورتوں کو ڈانٹا اور رونے سے منع کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عمر! انہیں رونے دو، کیونکہ رونا اگر آنکھوں سے ہو تو رحمت اور اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ہاتھ اور زبان سے ہو تو شیطان کی طرف ہے، پس حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا قبر کے سرہانے کی جانب حضورِ انور ﷺ کے ایک طرف بیٹھی آنسو بہا رہی تھیں اور رسول کریم ﷺ اپنے کپڑے کے پلو سے ان کے آنسو صاف کررہے تھے۔ (۲۲)

روایات میں اختلاف ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ بدر میں ہی تھے یا واپس آچکے تھے جب سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ کا انتقال ہوا۔ مشہور قول یہی ہے کہ آپ غزوۂ بدر میں ہی

(۲۲)......مدارج النبوۃ اردو، ج:2، ص:625

تھے اور جن روایات میں ہے کہ خواتین روتی تھیں...... ہو سکتا ہے آپ واپسی پر ان کی قبر پہ زیارت کیلئے گئے ہوں جیسا کہ اس روایت کے الفاظ" فقعدت فاطمة علی شفیر القبر "اس بات پر دلالت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (۲۳)

آپ ﷺ کی شہزادیوں میں سے آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں سب پہلے انہیں کا انتقال ہوا۔

حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول ﷺ ورضی اللہ عنہا:

رسول اللہ ﷺ کی تیسری صاحبزادی حضرت سیدہ ام کلثوم بنت رسول ہیں۔ یہ اپنی کنیت کے ساتھ ہی مشہور ہیں، ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔ البتہ حاکم نے مصعب الزبیری سے روایت کیا ہے کہ ان کا نام "امیہ" تھا اور یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال بڑی تھیں۔ (۲۴)

ان کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتیبہ سے ہوا تھا جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ اس نے رخصتی سے قبل ہی طلاق دیدی تھی، اور نہ صرف انہیں طلاق دی بلکہ رسول اللہ ﷺ کا گستاخ بھی بن گیا اور آپ ﷺ کو معاذ اللہ سب وشتم کے ذریعے تکلیف پہنچائی۔ اس وقت رسول اکرم ﷺ کی زبان اقدس سے یہ کلمات نکل گئے کہ" اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبًا مِنْ کِلَابِکَ "یعنی اے اللہ تو اس پر اپنے کتوں میں سے کوئی کتا مسلط کر دے، لہٰذا سرکارِ ابد قرار ﷺ کی زبان اقدس سے نکلنے والے الفاظ کو اجابت وقبولیت نے گلے لگایا اور سفر شام کے دوران اس پر ایک شیر نے حملہ کر کے اس کے سر کو چبا ڈالا۔ (۲۵)

(۲۳)......طبقات ابن سعد، ج:8، ص:37 (۲۴)......الدوحۃ النبویۃ، ص:46

(۲۵)......المواہب اللدنیہ، جلد:2، صفحہ:62 ...... تفسیر ابن کثیر، جلد:4، صفحہ:223

یاد رہے کہ اس لعین کے دوسرے بھائی عتبہ نے اگرچہ شہزادی کو طلاق دی تھی مگر رسول اللہ ﷺ کی اس طرح بے ادبی نہیں کی تھی جس طرح عتیبہ نے کی، لہذا وہ (عتبہ) اور ان کا ایک اور بھائی ''معتب'' کلمہ اسلام پڑھ کر صحابیت کے درجہ پر فائز ہوئے۔

حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا اور رسول اللہ ﷺ کے بعد انہوں نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ ان کی بہن سیدہ رقیہ بنت رسول ﷺ کی وفات کے بعد سرور عالم ﷺ نے ان کا نکاح ماہ ربیع الاول 3ھ میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کردیا اور جناب عثمان غنی ''ذوالنورین'' کے لقب سے سرفراز ہوئے۔(۲۶)

سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے ہاں کوئی اولاد نہیں ہوئی۔ آپ نے ماہ شعبان المعظم 9ھ میں وفات پائی اور جناب رسول اللہ ﷺ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو قبر میں اتارا۔

آپ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے فرمایا'' لو کن عشرا لزوجتهن عثمان ''یعنی اگر میری دس بیٹیاں بھی ہوتیں تو یکے بعد دیگرے عثمان کے نکاح میں دے دیتا۔(۲۷)

ریحانۃ الرسول حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا:

خاتون جنت ام ابیہا حضرت سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا، رسول اکرم ﷺ کی سب سے چھوٹی اور لاڈلی شہزادی ہیں۔ آپ کی ولادت پُر سعادت بعثت نبوی سے کچھ

(۲۶)......طبقات ابن سعد، جلد:8، صفحہ:38 ......المستدرک، جلد:4، صفحہ:49

(۲۷)......طبقات ابن سعد، جلد:8، صفحہ:38

عرصہ قبل ہوئی۔ آپ کی کنیت "ام ابیہا" اور القاب "ریحانۃ الرسول، الزہراء، زکیہ، سیدۃ نساء اہل الجنۃ" وغیرہ ہیں۔

"ام ابیہا" کا مطلب ہے "اپنے باپ کی ماں" آپ کو "ام ابیہا" اس لئے کہتے ہیں کہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آپ اپنے والد کریم حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اپنی محبت و الفت کے جذبات کو ایک ماں کی طرح نچھاور کیا کرتی تھیں جس کی وجہ سے لوگ آپ کو "ام ابیہا" کہنے لگے۔ (۲۸)

رسول اکرم ﷺ کو اپنی تمام شہزادیوں میں سب زیادہ انہیں سے محبت و الفت تھی اور اسی طرح سیدہ فاطمہ بھی اپنے والد محترم ﷺ سے از حد پیار فرماتی تھیں۔ جب بھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ سے ملنے کیلئے تشریف لاتیں تو سرکار دو عالم ﷺ انہیں دیکھ کر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑے ہوتے اور ان کا ہاتھ تھام کر اسے بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے، اور اسی طرح جب رسول اللہ ﷺ اپنی لخت جگر سے ملنے ان کے ہاں تشریف لیجاتے تو وہ بھی انہیں دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوتی اور ہاتھوں کو بوسہ دے کر اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔

حضرت سیدہ فاطمہ زہرہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب میں بہت سی احادیث مروی ہیں، جن کا بالاختصار تذکرہ "الثغور الباسمہ" میں آئے گا۔ ان شاء اللہ

ایک بار حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کا ارادہ کیا اور اس کی خبر جب رسول اللہ ﷺ کو ہوئی تو آپ نے فرمایا:

"وَاللّٰہِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ نَبِیِّ اللّٰہِ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللّٰہِ وَاِنَّمَا فَاطِمَۃُ بُضْعَۃٌ مِّنِّیْ یَرِیْبُنِیْ مَارَابَہَا وَیُؤْذِیْنِیْ مَااٰذَاہَا"

(۲۸)۔۔ حاشیہ، اخبار النساء من سیر اعلام النبلاء، صفحہ: 233

اللہ کی قسم! اللہ کے نبی (ﷺ) اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک شخص کے نکاح میں اکٹھی نہیں ہوسکتیں اور بلا شک وریب فاطمہ میرے جسم کا ٹکڑا ہے، وہ مجھے ناراض کرے گا جو اسے ناراض کرے اور وہ مجھے تکلیف پہنچائے گا جو اسے ایذاء دے۔(۲۹)

اسی طرح سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے:

''فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ،الْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شُبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ''

فاطمہ جنتی عورتوں کی سردار ہے اور حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کو اپنی اس شہزادی سے از حد محبت تھی، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ سفر کیلئے کہیں جاتے تو سب سے آخر میں حضرت فاطمہ کے گھر سے نکلتے اور جب سفر سے واپس تشریف لاتے تو سب سے پہلے سیدہ خاتون جنت کے گھر تشریف لاتے اور پھر ازواج مطہرات کے پاس جاتے۔(۳۰)

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بڑی پرہیزگار، عبادت گزار اور پردہ نشین خاتون تھیں، آسمان نے کبھی آپ کے سر کا بال تک نہیں دیکھا۔ نوافل پڑھنے کھڑی ہوتیں تو ساری ساری رات گزار دیتیں، چنانچہ آپ کے لخت جگر حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا کہ گھر کی مسجد میں ساری ساری رات عبادت میں گزار دیتیں اور میں نے سنا کہ جب دعا کرتیں تو اپنے لئے کچھ نا مانگتیں بلکہ مسلمان مرد وخواتین کیلئے دعائیں کرتیں، ایک بار میں نے عرض کیا اے اماں جان! آپ

(۲۹)...... بخاری، جلد:۱، صفحہ:۶۶۴، مکتبہ رحمانیہ لاہور (۳۰)...... مدارج النبوۃ اردو، صفحہ:628

اپنے لئے دعا کیوں نہیں کرتیں، صرف مسلمانوں کے لئے دعائیں مانگتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا بیٹا! ''اول الجوار ثم الدار'' یعنی پہلے پڑوسیوں کو حق ہوتا ہے اور پھر اپنا۔(۳۱)

شادی اور اولاد:

غزوۂ بدر سے واپسی کے بعد ماہِ رمضان 2ھ میں جنابِ رسول اللہ ﷺ نے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت سیدنا علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ سے فرمایا۔ اوپر جس تاریخ کا ذکر کیا گیا ہے وہ ''مدارج النبوۃ'' میں تحریر ہے جبکہ کچھ کتابوں میں ''ماہِ ذوالقعدہ یا ذوالحجہ وغیرہ'' کا ذکر بھی ملتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

حضرت علی المرتضیٰ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہما کے عقد سے کل 6 بچے متولد ہوئے جس میں تین بیٹے ''حضرت امام حسن، حضرت امام حسین اور حضرت محسن رضی اللہ عنہم'' اور تین بیٹیاں ''حضرت سیدہ زینب، حضرت سیدہ ام کلثوم اور حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنھن'' شامل ہیں۔ ان میں سے حضرت محسن اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہما کا بچپن میں ہی وصال ہوگیا۔(۳۲)

اس وقت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل و مناقب اور سیرت و کردار پر بے حد و حساب لٹریچر نظروں کے سامنے ہے مگر اختصار نے قلم کو اپنے شکنجے میں لے رکھا اور قطعی آگے چلنے کی اجازت نہیں دے رہا، ناچار ہم ان کے تذکرہ کو طویل کرنے کی بجائے یہ کہہ کر تاریخ وصال کا ذکر کرتے ہیں:

زندگیاں ختم ہوئیں اور قلم ٹوٹ گئے
تیرے اوصاف کا اک باب بھی پورا نہ ہوا

(۳۱)......مدارج، ص:629 (۳۲)......زرقانی، جلد:3، صفحہ:333

وصال پر ملال:

صحیح قول کے مطابق حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا وصال پر ملال حضور نبی رحمت ﷺ کے وصال مبارک سے چھ ماہ بعد تین رمضان المبارک 11ھ منگل کی رات ہوا۔ ایک قول کے مطابق آپ کی نماز جنازہ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ نے پڑھائی اور آپ کو رات کے وقت بقیع شریف میں دفن کیا گیا۔ (۳۳)

☆☆☆☆☆☆

(۳۳)......مدارج النبوۃ اردو، جلد:2، صفحہ:629

امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ ابن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ

نام ونسب:

آپ کا نام ''حسن'' کنیت ''ابو محمد'' اور القاب ''سید، سبط الرسول اور ریحان الرسول'' ہیں۔ آپ حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کے لختِ جگر ہیں۔ آپ کا پورا نام ونسب کچھ اس طرح ہے......

حضرت امام حسن بن علی بن ابی طالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف الہاشمی القرشی المدنی الشہید۔(۱)

آپ رضی اللہ عنہ محبوبِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے، جنتی نوجوانوں کے سردار، سیدہ فاطمہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لختِ جگر اور سیدنا علی حیدر کرّار رضی اللہ عنہ کے جگر پارہ ہیں۔

ولادت باسعادت:

باعثِ فرحتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جگر پارۂ بتول حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ کی ولادت باسعادت نصف (15) رمضان المبارک 3ھ میں ہوئی۔(۲)

جب یہ مبارک خبر بارگاہِ نبوی میں عرض کی گئی، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شاداں وفرحاں تشریف لائے اور فرمایا ''میرا بیٹا مجھے دکھاؤ''۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے شہزادہ کو ایک زرد رنگ کے کپڑے میں لپیٹ کر آپ علیہ السلام کی آغوشِ محبت میں دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زرد رنگ کا کپڑا دیکھ کر فرمایا ''میرے بیٹے کو زرد رنگ کے کپڑے میں نہ لپیٹا

(۱)......سیر اعلام النبلاء، جلد:3، ص:246، الدوحۃ النبویۃ، ص:71

(۲)......الذریۃ الطاہرۃ ص:69

کرو'' چنانچہ اسی وقت سفید کپڑے میں لپیٹ دیا گیا۔ حضور انور ﷺ نے پیارے شہزادے کے دائیں کان میں اذان، اور بائیں کان میں اقامت ارشاد فرمایا۔ (۳)

پھر اس کے بعد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے پوچھا اس بچے کا کیا نام تجویز کیا ہے؟ عرض کیا، آقا! میں نے تو اس کا نام ''حرب'' رکھا ہے (باقی آپ مختار ہیں جو ارشاد فرمائیں) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا نہیں، اس کا نام ''حسن'' ہے۔ (۴)

آپ کا نام نامی اسم گرامی حضرت جبریل امین علیہ السلام، جنت سے ایک نہایت نفیس کپڑے پر تحریر کر کے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لائے۔ (۵)

حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کا نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹے کے نام پر رکھا ہے۔ اس کا نام ''شبر'' تھا جس کا عربی میں ترجمہ ''حسن'' بنتا ہے۔

حسن و حسین جنتی نام ہیں:

علامہ جلال الدین سیوطی شافعی علیہ الرحمہ نقل فرماتے ہیں کہ ''حسن و حسین جنتیوں کے نام ہیں۔ قبل از اسلام کسی نے بھی اپنے بچوں کا نام ''حسن یا حسین'' نہیں رکھا تھا۔

آپ مزید فرماتے ہیں کہ ''مفضل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے حسن اور حسین دونوں نام حجاب میں رکھے تھے حتیٰ کہ رسول اکرم ﷺ نے یہ اپنے نواسوں کے نام رکھے''۔ (٦)

---

(۳)...... خاندانِ مصطفیٰ ﷺ، ص: 588,9

(۴)...... مسند احمد، مطبوعہ دار الحدیث قاہرہ، جلد: 1، ص: 498

(۵)...... بارہ امام، از مولانا عبد الرحمٰن جامی علیہ الرحمہ، ص: 60

(٦)...... تاریخ الخلفاء عربی، اصح المطابع کراچی، ص: 144

عقیقہ و ختنہ:

حضور اکرم ﷺ نے ساتویں روز دو مینڈھے ذبح فرما کر شہزادے کا عقیقہ کیا اور سر کے بال اتروا کر ان کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی۔ سنن ابی داؤد کی روایت کے مطابق ایک مینڈھا ذبح کیا گیا۔(۷)

اور ساتویں روز ہی آپ کے ختنے کیے گئے۔(۸)

رضاعت:

حضرت امام حسن علیہ السلام کو حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا اور آپ کی رضاعی ماں قرار پائیں۔ حضرت ام الفضل، نبی مکرم ﷺ کے چچا حضرت سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہما کی زوجہ ہیں۔ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ رسول اللہ ﷺ کے جسم اطہر کا ٹکڑا میری گود میں آ گرا ہے۔ جب یہ خواب حضور علیہ السلام کی بارگاہِ قدس میں عرض کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "تلد فاطمة ان شاء الله غلاما و تکفلینه" یعنی میری لختِ حضرت فاطمہ کے ہاں ان شاء اللہ لڑکا متولد ہوگا اور تو اس کی کفالت کرے گی۔(۹)

شخصیت و کردار:

حضرت امام حسن ﷺ بڑے ہی بردبار، حلیم الطبع، عزت و شان والے، پروقار او صاحب جاہ و حشم تھے۔ آپ فتنہ و فساد اور خونریزی کو قطعی ناپسند فرماتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے سخی اور غریب نواز تھے۔ سخاوت میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا بسا اوقات تو آپ ایک ایک

(۷)......سنن النسائی، رقم الحدیث: 4148......سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 2458

(۸)......سنن بیہقی، جلد: 8، ص: 324　　(۹)......المستدرک، ج: 1، ص: 166

آدمی کو لاکھ لاکھ درہم عنایت فرما دیتے تھے۔(۱۰)

شبیہ مصطفیٰ ﷺ:

حضرت امام حسن بن علی علیہما السلام، اپنے نانا اور ہمارے آقا و ملجا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کیساتھ سب سے زیادہ مشابہت رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آپ فرماتے ہیں'' حضرت حسن بن علی سے بڑھ کر رسول اکرم ﷺ سے کوئی اور مشابہت نہیں رکھتا تھا۔(۱۱)

آپ کے والد مکرم حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ارشاد فرماتے ہیں کہ حضرت حسن، سر سے سینہ مبارک تک، اور حضرت حسین (رضی اللہ عنہما) اس سے نیچے رسول اللہ ﷺ سے مشابہت رکھتے تھے۔(۱۲)

جنتی نوجوانوں کے سردار:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا'' حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں''۔(۱۳)

ریحانۃ الرسول من الدنیا:

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی نعم سے مروی ہے کہ ایک عراقی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک مسئلہ پوچھا کہ اگر کپڑے پر مچھر کا خون لگ جائے تو کیا حکم ہے؟

(۱۰)۔۔۔۔تاریخ الخلفاء عربی، ص:145

(۱۱)۔۔۔۔الصحیح المسند من فضائل الصحابہ للعدوی، ص:263

(۱۲)۔۔۔۔الطبقات، الطبقۃ الخامسہ من الصحابہ، جلد:1، صفحہ:247

(۱۳)۔۔۔۔جامع ترمذی، رقم الحدیث:3701

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کی جانب دیکھو، مچھر کے خون کے بارے پوچھ رہا ہے حالانکہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسے (حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ) کو شہید کر دیا۔ اور میں نے حضور نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ "حسن اور حسین دنیا میں میرے دو پھول ہیں۔(۱۴)

محبوبِ محبوبِ خدا:

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ علیہ السلام نے حضرت حسن کو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا اور فرما رہے تھے "اے اللہ! میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر"۔(۱۵)

پیارا سوار اور پیاری سواری:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت امام حسن کو خود پر سوار کئے ہوئے جا رہے تھے کہ راستے میں ایک آدمی ملا اور کہنے لگا "لڑکے! (یعنی امام حسن) تیری سواری کتنی اچھی ہے" یہ سن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "سوار بھی تو دیکھو کتنا اچھا ہے"۔(۱۶)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کے پاس حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ

(۱۴)......جامع ترمذی، رقم الحدیث: 3703......صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5535......مسند احمد، رقم الحدیث: 5417

(۱۵)......صحیح بخاری، رقم الحدیث: 3466......صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4447......مسند احمد، رقم الحدیث: 17770

(۱۶)......تاریخ الخلفاء، ص: 144

ﷺ چارزانوں ہیں اور حضرات حسنین کریمین آپ کی پشت مبارک پر سوار ہیں اور آپ ﷺ ارشاد فرمار ہے تھے ''تمہارا اونٹ کتنا اچھا ہے اور تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو۔(۱۷)

اصلاح امت کے امین:

حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ منبر پر تشریف فرما تھے اور آپ کے پہلو میں سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ جلوہ فگن تھے، حضور انور ﷺ کبھی لوگوں کی جانب دیکھتے اور کبھی امام حسن کی طرف اور فرمار ہے تھے ''میرا یہ بیٹا سید ہے یقیناً اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کروائے گا''۔(۱۸)

نماز، نبی اکرم ﷺ اور امام حسن:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز (عشاء) ادا کر رہے تھے، جب آپ ﷺ سجدے میں گئے تو حسن وحسین (رضی اللہ عنہما) آپ علیہ السلام کی پشت پر سوار ہو گئے، جب آپ ﷺ نے سجدے سے سر اٹھایا تو ان دونوں کو اپنے پیچھے سے نرمی کے ساتھ پکڑ کر زمین پر بٹھا دیا۔ پھر جب آپ علیہ السلام دوبارہ سجدے میں گئے تو پیارے شہزادوں نے ایسا ہی کیا۔ (اور وہ دونوں یونہی کرتے رہے) حتیٰ کہ آپ ﷺ نے نماز مکمل کر لی اور پھر آپ ﷺ نے ان دونوں کو اپنی رانوں پر بٹھا لیا۔(۱۹)

---

(۱۷)......سیر اعلام النبلاء، ج:3،ص:256

(۱۸)......صحیح بخاری، رقم الحدیث:3463......جامع ترمذی، رقم الحدیث:3706......سنن النسائی، رقم الحدیث:1393......سنن ابی داؤد، رقم الحدیث:4043......مسند احمد، رقم الحدیث:19497

(۱۹)......سیر اعلام النبلاء، ج:3،ص:256

سجدے طویل ہو گئے:

حضرت عبداللہ بن شداد اپنے والد حضرت شداد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم ﷺ عشاء کی نماز ادا کرنے کیلئے ہمارے پاس تشریف لائے اور آپ علیہ السلام نے حضرت حسن یا حسین کو اٹھا رکھا تھا۔ حضور ﷺ نے انہیں زمین پر بٹھا دیا اور پھر نماز کیلئے تکبیر کہی اور نماز پڑھانا شروع کی، نماز کے دوران حضور ﷺ نے طویل سجدہ کیا۔

شداد کہتے ہیں کہ میں نے سر اٹھا کر دیکھا کہ شہزادہ آپ علیہ السلام کی پشت پر سوار ہے، اور میں پھر سجدے میں چلا گیا۔ جب حضور ﷺ نے نماز ادا فرمالی تو لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ نے نماز میں اتنا لمبا سجدہ کیا کہ ہم گمان کرنے لگے کہ اللہ کا امر واقع ہو گیا ہے یا آپ علیہ السلام پر وحی نازل ہو رہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ایسا تو کچھ نہ تھا، مگر میرا بیٹا مجھ پر سوار تھا اور میں نے اس کی خواہش پورا ہونے (یعنی اس کے خود مرضی سے اتر جانے) سے پہلے (سجدے سے) اٹھنا اچھا نہ لگا۔(۲۰)

ان کے علاوہ اور بہت سی احادیث میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے فضائل و مناقب وارد ہوئے ہیں۔ قلم و قرطاس طوالت کی اجازت نہیں دے رہے ورنہ دل تو چاہتا ہے کہ اس سلسلہ کو دراز کیا جائے۔

حضرات خلفاءِ راشدین اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

آج کل ایک نیا فتنہ پر پرزے نکال رہا ہے، بلکہ اگر یوں کہا جائے کہ "نکال چکا ہے" تو غلط نہیں۔ یہ فتنہ بڑی تندہی سے کارعمل میں ہے اور لوگوں کو ورغلانے کا کام بڑی

(۲۰)۔۔۔ سنن النسائی، رقم الحدیث: 1129 ۔۔۔۔۔ مسند احمد، رقم الحدیث: 15456

سرعت سے انجام دے رہا ہے۔ اس فتنہ کے پروردہ لوگوں کا کہنا ہے کہ حضرات خلفائے ثلاثہ (حضرت صدیق اکبر، جناب فاروق اعظم، اور حضرت عثمان غنی) رضی اللہ عنہم، اہلبیت اطہار رضی اللہ عنہم سے اچھا سلوک روا، نہ رکھتے تھے۔ اور معاذ اللہ ان کے ساتھ اِن کا رویہ معاندانہ اور دشمنانہ تھا۔

اس مسئلہ کے بارے بہت لمبی چوڑی بات کی بجائے چند ایک حوالہ جات معتبر کتب سے آپ کے سامنے رکھ کر فیصلہ آپ پر چھوڑتا ہوں، اور اصلاح کی امید کرتا ہوں ان بھولے بھالے مسلمان بھائیوں کے حق میں جو ایسے جاہل نمازیوں اور بے تحقیق مفتیوں کو دین کا خادم سمجھتے ہیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اہلبیتِ نبوت سے از حد محبت اور الفت تھی۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کا بے تکلفانہ یارانہ تھا۔ اور حضور اکرم ﷺ کی نسبت کی بنا پر آپ کو حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے بھی غایت درجہ کا لگاؤ تھا۔ آپ جب بھی حضرت امام حسن کو دیکھتے تو ایسے پیش آتے جیسے آپ نے رسول اللہ ﷺ کو ان کے ساتھ پیش آتے دیکھا تھا۔ چنانچہ..

ایک دن حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نمازِ عصر کے بعد اکٹھے چہل قدمی کر رہے تھے کہ جنابِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نظر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ پر پڑی، جو کہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کو اپنی گردن پر سوار کر لیا اور کہنے لگے......

بابی شبیہ بالنبی   لیس بشبیہ بعلی

یعنی میرا باپ قربان ہو (اس پر جو) مصطفیٰ ﷺ کے مشابہ ہے اور علی کے مشابہ

نہیں ہے۔ ''وعلی یضحک ''اور حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا رضی اللہ عنہ کھڑے مسکراتے رہے۔(۲۱)

اس روایت سے جناب صدیق اکبر اور خانوادۂ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے آپس کے تعلق کا اندازہ لگانا کوئی مشکل امر نہیں۔ جس طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو امام حسن سے محبت تھی اسی طرح جناب ابو محمد امام حسن رضی اللہ عنہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور نہ صرف پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے تھے بلکہ آپ ان کی شخصیت کو ایک بہترین نمونہ تصور کرتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ (امام حسن) نے اپنے ایک بیٹے کا نام بھی ''ابو بکر'' رکھا۔ (اس کا ذکر آئندہ صفحات میں ملاحظہ کریں) اور شخصیات میں سے کسی کے نام پر نام رکھنا محبت ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اہلبیت کا شدید اکرام فرماتے اور ان کو ہر کسی پر ترجیح دیتے حتیٰ کہ اپنے خاندان، بلکہ اپنے سگے بیٹیوں پر بھی تمام اہلبیت کو عموماً اور حضرات حسنین کریمین کو خصوصاً اولیت دیتے۔

ایک بار حضرت عمر رضی اللہ عنہ یمنی جبے تقسیم فرما رہے تھے کہ حضرات حسنین کریمین تشریف لائے اور ان پر ان میں سے کوئی چیز نہ تھی۔ (اور جبے غالباً ختم ہو چکے تھے) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ جب تک میں ان شہزادوں کو جبے نہیں پہناؤں گا مجھ پر ہر قسم کی خوشی حرام ہے۔ پھر آپ نے یمن کے حاکم کو خط لکھ کر یمنی جبے منگوائے اور حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو پہنائے۔(۲۲)

(۲۱)......صحیح بخاری، رقم الحدیث: 3767......مسند احمد، رقم الحدیث: 39......نسب قریش، جلد: 1 ص: 23

ان روایات وآثار سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو خانوادۂ نبوت سے غایت درجہ کی محبت تھی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے والد محترم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آپس کا تعلق بڑا محبانہ اور مخلصانہ تھا۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عدنی چادر تھی جسے آپ اکثر اوقات زیب تن فرمایا کرتے تھے حتیٰ کہ اپنے دور حکومت میں بھی اس تسلسل کو برقرار رکھا۔ ایک دن کسی نے پوچھا کہ:

''یا امیر المؤمنین ! انک لتکثر لبس ھذا البرد؟''

اے امیر المؤمنین! آپ اس چادر کو بڑی کثرت سے زیب تن کرتے ہیں، (اس میں حکمت کیا ہے؟)

آپ نے اس کا جواب ایسے محبت بھرے الفاظ میں ارشاد فرمایا کہ معاندین کے تخیلات کے محل ریزہ ریزہ ہو گئے، فرمایا:

''نعم ! ان ھذا کسانیہ خلیلی وصیفی عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ''

ہاں ضرور پہنتا ہوں (اور کیوں نہ پہنوں کہ) بے شک یہ میرے مخلص اور پیارے دوست حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مجھے پہنائی ہے، یہ بات کہہ کر آپ رونے لگے۔ (۲۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ:

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں امام حسن رضی اللہ عنہ ایک وجیہہ نوجوان کی شکل

(۲۲)......الاصابہ فی تمیز الصحابہ، ج: 1، ص: 106

(۲۳)......الحسن بن علی، شخصیتہ وعصرہ، صفحہ: 124......مصنف ابن ابی شیبہ، جلد: 12، ص: 29

اختیار کر چکے تھے، جس نے بہادری اور وجاہت اپنے والد سیدنا علی المرتضیٰ ﷺ سے حاصل کی تھی۔ باقی خلفاء کی طرح حضرت عثمان غنی ﷺ سے بھی علی اور اولادِ علی علیہم الرضوان کو قلبی لگاؤ اور ذہنی ہم آہنگی حاصل تھی۔ یہ لگاؤ اس وقت بھی قائم رہا جب باغی، سیدنا عثمان غنی ﷺ کے گھر کا محاصرہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ ﷺ نے سیدنا عثمان غنی ﷺ کے گھر کے باہر اپنے دونوں جگر پاروں حضرت امام حسن اور سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہما کا پہرہ لگا رکھا تھا تا کہ کوئی شخص گھر میں داخل ہو کر سیدنا عثمان غنی ﷺ کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔ ان شہزادوں کی موجودگی اور ان کی پہرہ داری میں کسی میں ہمت نہ تھی کہ دروازے کی جانب قدم بڑھاتا، اس لئے کچھ لوگوں نے دیوار پھاند کر گھر کے اندر تک رسائی حاصل کی اور کچھ حضرت عثمان غنی ﷺ کی شہادت کا سبب بنے اور کچھ نے انہیں شہید کر دیا۔

جب حضرت عثمان غنی ﷺ کو شہید کیا گیا تو حضرت علی شہر سے دور کہیں گئے ہوئے تھے، جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ بڑی عجلت میں واپس ہوئے اور سیدنا عثمان غنی ﷺ کے گھر میں جا کر دیکھا تو واقعی انہیں شہید کر دیا گیا تھا۔ علامہ سیوطی روایت کرتے ہیں......

"قال علی لا بنیہ کیف قتل امیر المؤمنین و انتما علی الباب و رفع یدیہ فلطم الحسن و ضرب صدر الحسین "(۲۴)

یعنی جب حضرت عثمان کو شہید ہوا دیکھا تو باہر تشریف لائے اور اپنے بیٹوں سے کہا کہ امیر المؤمنین کو کیسے قتل کر دیا گیا حالانکہ تم دونوں دروازے پر کھڑے تھے؟ پھر آپ نے امام حسن کو تھپڑ مارا اور امام حسین کے سینے پر گھونسا رسید کیا۔

یہ واقعات چیخ چیخ کر بتاتے ہیں کہ خانوادۂ اہلبیت کے ساتھ تمام خلفاء کا تعلق

(۲۴)......تاریخ الخلفاء، اصح المطابع کراچی، ص:124

نہایت محبانہ اور مخلصانہ تھا۔ یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں کہ جب کسی شخص پر مشکل آتی ہے تو سب سے پہلے وہ اپنی کسی قریبی ہستی کو آواز دیتا ہے۔ حضرت عثمان غنی ﷺ کو جب گھر میں نظر بند کر دیا گیا اور پانی پر پہرہ لگا دیا گیا تو آپ نے لوگوں سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا:

"افیکم علی فقالوا لا افیکم سعد قالوا لا فسکت"

یعنی کیا تمہارے درمیان علی ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں، پھر پوچھا کیا تمہارے درمیان سعد ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں تو آپ خاموش ہو گئے۔

پھر آپ نے حضرت علی ﷺ کو پیغام بجھوایا کہ ہمیں پانی پلاؤ

"فبعث علی الیہ بثلث قرب مملوۃ ماء" (۲۵)

حضرت علی نے تین پانی سے بھری ہوئی مشکیں اندر بجھوائیں۔

الغرض یہ احباب آپس میں شیر و شکر کی طرح مل کر رہتے تھے اور کبھی بھی ایک دوسرے کو تکلیف میں نہ دیکھ سکتے تھے۔ آج جب لوگ ان کی محبت کو نفرت سے تبدیل کر کے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تو یقیناً ان مبارک ہستیوں کو تکلیف ہوتی ہے۔

امام حسن ﷺ کے بہن بھائی:

حضرت امام حسن ﷺ کے بہن بھائیوں کی تعداد میں اختلاف ہے۔ یعنی حضرت علی المرتضیٰ ﷺ کی اولاد کے بارے مختلف آراء ہیں۔ اٹھارہ 18 پر اتفاق ہے جبکہ اکیس 21 یا بائیس 22 تک کے اقوال ملتے ہیں۔ بہر حال حضرت امام حسن ﷺ کے وہ بہن بھائی جو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف سے ہیں ان کی تعداد چار ہے۔ دو بھائی اور دو بہنیں۔

(1) ...... حضرت امام عالی مقام سیدنا حسین ﷺ، یہ میدان کربلا میں حق و

(۲۵) ـــ تاریخ الخلفاء، ص:123

صداقت کا علم بلند کرتے ہوئے مرتبۂ شہادت کو پہنچے۔

(2)...... حضرت مُحَسِّن ﷛، ان کا تذکرہ حدیث پاک میں ملتا ہے (جو مسند احمد کے حوالے سے اوپر گزر چکی ہے) مگر تفصیلی تذکرہ کتب میں موجود نہیں، غالباً یہ بچپن میں ہی فوت ہو گئے تھے۔

(3)...... حضرت سیدہ ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا، ان کا نکاح حضرت علی ﷛ نے حضرت سیدنا عمر فاروق ﷛ سے کیا تھا۔ ان کے بطن اطہر سے، رقیہ بنت عمر اور زید بن عمر رضی اللہ عنہما پیدا ہوئے۔

(4)...... حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا، عہد نبوت میں پیدا ہوئیں، بڑی عاقلہ اور مدبرہ خاتون تھیں۔ ان کا نکاح حضرت علی نے اپنے بھتیجے حضرت عبداللہ بن جعفر سے کیا۔

حضرت امام حسن ﷛ کے چچا اور پھوپھیاں:

حضرت امام حسن ﷛ کے تین چچا اور دو پھوپھیاں تھیں۔

(1)...... طالب بن ابی طالب: یہ غزوۂ بدر کے بعد حالت شرک میں ہلاک ہوئے، کہتے ہیں کہ یہ کہیں گئے تھے اور پھر واپس گھر نہ لوٹے اور نہ ہی ان کی کوئی خبر مل سکی۔

(2)...... عقیل بن ابی طالب: یہ فتح مکہ کے سال مسلمان ہوئے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ حدیبیہ کے بعد مسلمان ہوئے۔ ان کی کنیت ابو یزید تھی۔ یہ یزید بن معاویہ کے دور میں واقعہ حرہ سے قبل 96 سال کی عمر میں فوت ہوئے۔

(3)...... جعفر بن ابی طالب: آپ نے ابتدائے اسلام میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا۔ مساکین سے الفت رکھتے تھے اور ان کی خدمت کر کے دلی اطمینان حاصل کرتے تھے۔

شام کی سرزمین پر فوت ہوئے۔

(4)......ام ہانی بنت ابی طالب: ان کے نام میں اختلاف ہے مگر مشہور قول کے مطابق ان کا نام "فاختہ" تھا۔ انہوں نے بھی اسلام قبول کیا تھا، مکہ میں حضور ﷺ ان کے ہاں اکثر آرام کیا کرتے تھے اور یہیں سے آپ ﷺ معراج کیلئے تشریف لے گئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بھی بعد تک زندہ رہیں۔ حضور ﷺ سے احادیث بھی روایت کی ہیں۔

(5)...... جمانہ بنت ابی طالب: ان کی کنیت ام عبد اللہ ہے، ابن سعد نے طبقات میں "فاطمہ بنت اسد" (والدہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ) کے ترجمہ میں ان کا ذکر کیا ہے۔

امام حسن رضی اللہ عنہ کے ماموں اور خالائیں:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے تین ماموں تھے جو کہ بچپن میں ہی وفات پا گئے تھے، ان میں سے کوئی بھی حد بلوغت کو نہ پہنچے۔ جبکہ آپ کی خالاؤں کی تعداد تین 3 ہیں۔ تمام احباب کے اسماء درج ذیل ہیں۔

(1)......حضرت قاسم بن محمد رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہ: انہیں کے نام سے حضور اکرم ﷺ کی کنیت "ابو القاسم" مشہور ہے۔

(2)......حضرت ابراہیم بن محمد رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہ: نبی ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہوئی سوائے حضرت ابراہیم کے، کہ یہ حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کے بطن اطہر سے پیدا ہوئے۔

(3)......حضرت عبد اللہ بن محمد رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہ: یہ حضور اکرم ﷺ کے تیسرے صاحبزادے ہیں، ان کو "طیب و طاہر" بھی کہا جاتا ہے۔

(4)......حضرت زینب بنت رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہا۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کی

خالاؤں میں سے سب سے بڑی تھیں۔حضور اکرم ﷺ کو ان سے بڑی محبت تھی۔

(5)......حضرت رقیہ بنت رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہا: صحیح قول کے مطابق یہ حضرت زینب کے بعد پیدا ہوئیں جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک 33 برس تھی۔اپنی والدہ محترمہ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا۔

(6)......حضرت ام کلثوم بنت رسول اللہ ﷺ، رضی اللہ عنہا: یہ اپنی کنیت "ام کلثوم" سے ہی مشہور ہیں،ان کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔البتہ حاکم نے مصعب الزبیری سے روایت کیا ہے کہ ان کا نام "امیہ" تھا اور یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ایک سال بڑی تھیں۔(۲۶)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی بیویاں:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کثیر الزواج تھے لیکن آپ نے کتنی شادیاں کیں؟ اس بارے میں اختلاف ہے۔,50,70,90,100 حتیٰ کہ تین سو تک کی روایات ملتی ہیں۔ نامور محقق "ڈاکٹر علی محمد الصلابی" کے مطابق یہ روایات موضوعہ اور شاذہ ہیں۔موصوف نے اپنی کتاب "الحسن بن علی شخصیتہ و عصرہ" میں درج ذیل ازواج کے اسماء کا ذکر کیا ہے۔تاہم مقرر تعداد کا ذکر نہیں کیا۔

(1)خولہ الفزازیہ (2)جعدہ بنت الاشعث (3)عائشہ الخثعمیہ

(4)ام اسحاق بنت طلحہ (5)ام بشیر بنت ابی مسعود

(6) ھند بنت عبد الرحمن بن ابی بکر (7)ام عبد اللہ بنت الشلیل

(8)بنی ثقیف کی ایک عورت (9)بنی عمرو کی ایک عورت (10)بنی شیبان کی ایک عورت۔

بعض مؤرخین نے اس تعداد میں قلیل سا اضافہ کیا ہے۔(۲۷)

(۲۶)......الدوحۃ النبویۃ،ص:46 (۲۷)......الحسن بن علی،ص:27

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی اولادِ امجاد:

مختلف ازواج سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کے ہاں تقریباً 12 لڑکے اور 5 لڑکیاں پیدا ہوئی۔ لڑکوں کے اسماء درج ذیل ہیں......

(1)......حضرت زید (2)......حضرت حسن مثنیٰ (3)......حضرت طلحہ
(4)......حضرت اسماعیل (5)......حضرت عبداللہ (6)......حضرت حمزہ
(7)......حضرت یعقوب (8)......حضرت عبدالرحمٰن (9)......حضرت ابوبکر
(10)......حضرت حسین (11)......حضرت قاسم (12)......حضرت عمر رضی اللہ عنہ

ڈاکٹر علی محمد الصلابی نے مزید تین بیٹوں کا ذکر کیا ہے:

(13)......حضرت عقیل (14)......حضرت جعفر (15)......حضرت محمد (۲۸)

ان میں سے ''حسن، زید، طلحہ، قاسم، ابوبکر اور عبداللہ (رضی اللہ عنہم) میدانِ کربلا میں اپنے شفیق چچا حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی معیت میں درجۂ شہادت کو پہنچے۔

آپ کی صاحبزادیوں کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں......

(1)......حضرت فاطمہ (2)......حضرت ام سلمہ (3)......حضرت ام عبداللہ
(4)......حضرت ام الحسین (5)......حضرت ام الحسن (رضی اللہ عنہن) (۲۹)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی نسل پاک چار صاحبزادوں یعنی حضرت زید، حسین الاثرم، حسن مثنیٰ اور عمر رضی اللہ عنہم سے جاری ہوئی۔ مگر حضرات حسین الاثرم و عمر رضی اللہ عنہما کا سلسلہ نسل منقطع ہو گیا اب دنیا میں حضرت زید اور حضرت حسن مثنیٰ رضی اللہ عنہما کی اولاد باقی ہے۔

---

(۲۸)......المصدر السابق ص:33

(۲۹)......خاندانِ مصطفیٰ ﷺ، ص:604

خلافت اور مدت خلافت:

حضرت علی المرتضیٰ ﷜ کی شہادت کے بعد تمام لوگوں (اہل کوفہ) نے بالاتفاق حضرت امام حسن ﷜ کے دست حق پرست پر بیعت کی اور یہ 40ھ کا واقعہ ہے۔

منصب خلافت پر رونق افروز ہونے کے تقریباً چھ ماہ بعد آپ نے خلافت کی ذمہ داری حضرت معاویہ ﷜ کے سپرد کردی۔ بعض نے سات ماہ اور کچھ نے آٹھ ماہ بھی کہا ہے۔ اس طرح آپ کی مدتِ خلافت تقریباً چھ ماہ بنتی ہے۔ آپ ﷜ ماہِ ربیع الاول 41ھ میں خلافت سے دستبردار ہوئے۔

پانچویں خلیفۂ راشد حضرت امام حسن ﷜:

حق یہ ہے کہ حضرت امام حسن ﷜ پانچویں خلیفۂ راشد تھے کیونکہ حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ نے مدتِ خلافت مقرر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''الخلافة فی امتی ثلاثون سنة ثم ملک بعد ذٰلک''(۳۰)

میری امت میں تیس سال خلافت رہے گی اور پھر بادشاہت ہوجائے گی۔

اس حدیث مبارک کے مطابق خلافت کی مدت تیس سال ہے اور اس کی تکمیل تب ہی ہوتی ہے جب حضرت امام حسن ﷜ کی مدت خلافت کے چھ ماہ بھی اس میں شامل کیے جائیں، حافظ ابن کثیر رقمطراز ہیں......

''انما کملت الثلاثون بخلافة الحسن بن علی، فانه نزل عن الخلافة لمعاویة فی ربیع الاول من سنة احدیٰ و اربعین وذٰلک کمال

(۳۰)......سنن ترمذی، رقم الحدیث: 2152......مسند احمد، رقم الحدیث: 20910

للاثین من موت رسول اللہ ﷺ"(۳۱)

مدتِ خلافت کے تیس سال حضرت حسن کی خلافت کو ملانے سے ہی مکمل ہوتے ہیں

کیونکہ آپ ماہِ ربیع الاول 41ھ میں حضرت معاویہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہوئے

تھے اور یہیں رسول اللہ ﷺ کے وصال سے لیکر تیس سال مکمل ہوتے ہیں۔

اسی طرح علامہ ابن حجر ہیثمی نے بھی حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وھو اخر خلفاء الراشدین بنص جدہ"(۳۲)

حضرت امام حسن، اپنے نانا حضور نبی کریم ﷺ کی حدیث کے مطابق خلفاء

راشدین میں سے آخری ہیں۔

چند سطور کے بعد آپ مزید فرماتے ہیں:

"فکانت خلافتہ منصوصا علیہ وقام علیھا اجماع من ذکر "(۳۳)

حضرت امام حسن کی خلافت منصوص علیہ ہے اور اس پر قابل ذکر لوگوں کا اجماع ہے۔

اسی طرح علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے بھی آپ کی خلافت کے خلافت

راشدہ ہونے کا اشارہ دیا ہے۔

آپ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا تعارف کرواتے ہوئے، فرماتے ہیں:

"الحسن بن علی بن ابی طالب ابو محمد سبط رسول اللہ ﷺ

و ریحانتہ وآخر الخلفاء بنصہ"(۳۴)

(۳۱)......البدایۃ والنہایۃ، ج:11، ص:134

(۳۲)......الصواعق المحرقۃ علی اہل الرفض والضلال والزندقۃ، جلد:2، ص:397

(۳۳)......المرجع السابق (۳۴)......تاریخ الخلفاء، اصح المطابع کراچی، ص:143

حسن بن علی بن ابی طالب ابو محمد، رسول اللہ ﷺ کے نواسے اور پھول اور حدیث پاک کے مطابق خلفاء (راشدین) میں سے آخری خلیفہ ہیں۔

شہادت سبط رسول ﷺ و رضی اللہ عنہ:

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شہادت 49ھ میں ہوئی، ایک قول کے مطابق، 50 اور ایک قول کے مطابق 51 ہجری میں آپ کی وفات منقول ہے۔(۳۵)

تاریخی شواہد سے ثابت ہے کہ آپ کو زہر دیا گیا تھا جس کی بنا پر آپ کی شہادت واقع ہوئی۔ کچھ علماء نے کہا ہے کہ آپ کو آپ کی بیوی جعدہ بنت الاشعث نے زہر دیا تھا، لیکن حق یہ ہے کہ ہمیں از خود کسی کا نام متعین نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے خود اس کا نام نہیں لیا۔ بلکہ جب آپ کے بھائی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ بھائی جان آپ کو کس نے زہر دیا ہے؟ میں اس سے انتقام لوں گا، تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا'' اللہ اشد نقمۃ ان کان الذی اظن والا فلا یقتل بی'' اگر وہی میرا قاتل ہے جس کے بارے میں مجھے شک ہے، تو اللہ تعالیٰ سخت انتقام لینے والا ہے اور اگر وہ نہیں تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے ایک بے گناہ قتل کر دیا جائے۔(۳۶)

مزار اقدس:

آپ کو جنت البقیع میں آپ کی والدہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ روایات میں آتا ہے کہ آپ نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو فرمایا تھا کہ میں نے ایک بار اپنے مدفن کے بارے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ذکر کیا تھا کہ مجھے ان کے حجرے میں رسول اللہ

(۳۵)......المرجع السابق (۳۶)......تاریخ الخلفاء، ص:147

ﷺ کے پاس دفن کیا جائے، تو انہوں نے اجازت دیدی تھی۔ تم ان سے بات کرنا اگر وہ اجازت دے دیں تو وہیں دفن کر دینا، مگر مجھے شک ہے کہ لوگ اس پر راضی نہ ہونگے لہذا تم کوئی جھگڑا نہ کرنا اور مجھے جنت البقیع میں دفن کر دینا، لہذا جب امام حسین ﷺ نے ام المؤمنین سے بات کی تو انہوں نے اجازت دیدی لیکن مروان بن حکم آڑے آ گیا اور آپ کو وہاں دفن کرنے سے روکنے لگا۔ المختصر یہ کہ پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے کہنے پر آپ کو جنت البقیع میں ہی دفن کر دیا گیا۔ (۴۷)

☆☆☆☆☆☆

(۴۷)......تاریخ الخلفاء للسیوطی، ص:148

امام الشہداء سید الصابرین حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ

شاہ است حسین پادشاہ است حسین رضی اللہ عنہ
سرداد نہ داد دست در دست یزید
دین است حسین دین پناہ است حسین رضی اللہ عنہ
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین رضی اللہ عنہ

اسم مبارک:

حسین بن علی بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبدالمناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ۔

آپ کی کنیت ابوعبداللہ اور لقب سبط رسول اللہ اور ریحانۃ الرسول ﷺ ہے۔

ولادت شریفہ:

سید الشہداء حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولادت 5 شعبان المعظم 4ھ کو مدینہ منورہ میں ہوئی۔

رضاعت: ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کو دودھ پلایا۔

تربیت و پرورش:

خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے آپ رضی اللہ عنہ کو زمین کربلا میں

خون دینے کے لئے اپنا خون جگر پلایا، علی المرتضیٰ ﷺ نے اپنے دل بند جگر پیوند کو خاک کربلا میں لوٹنے اور دم توڑنے کے لئے سینہ سے لگا کر پالا، مصطفیٰ ﷺ نے بیابان میں سوکھا حلق کٹوانے اور راہِ خدا میں مردانہ وار جان نذر کرنے کے لئے امام حسین ﷺ کی اپنی آغوش رحمت میں تربیت فرمائی۔ آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آغوش مبارک وہ آغوش ہے کہ جو فردوسی چمنستانوں اور جنتی ایوانوں سے زیادہ عظیم المرتبت ہے۔

شہادت کی شہرت:

حضرت امام عالی مقام ﷺ کی ولادت کے ساتھ ہی آپ ﷺ کی شہادت کی خبر مشہور ہو چکی تھی، شیر خوارگی کے عالم میں ہی حضور اقدس ﷺ نے حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا کو آپ کی شہادت کی خبر دیدی تھی۔

فیضانِ نبوت:

حضور ختمی مرتبت ﷺ کا فیض دو طریق سے عام ہوا۔

مشابہت مصطفیٰ ﷺ کا فیض اور روحانیت مصطفیٰ ﷺ کا فیض، ایک فیض کے عام ہونے کا ذریعہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم بنے اور دوسرے فیض کے عام ہونے کا اعزاز حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا فیض کے یہ دونوں دھارے حسین ابن علی رضی اللہ عنہما کی ذات میں آکر مل گئے۔

سنتِ خلیل علیہ السلام کی تکمیل:

ذبح اسمٰعیل کے بارے میں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں حکم ملا لیکن ذبح حسین ﷺ کے لئے حضور آئینہ رحمت ﷺ کو عالم خواب میں نہیں بلکہ عالم بیداری میں

وحی خداوندی کے ذریعے مطلع کیا گیا۔

ذبح عظیم:

حضرت خاتون جنت کی خاک زیر قدم پر قربان، جن کے جگر کا ٹکڑا، لاڈلا، نازنین ،سرُور آفرین تبسّم سے محبت کی نگاہوں کی دلربائی کرتا ہے آپ رضی اللہ عنہا نور کے پتلے کو دیکھتی ہیں ہمک ہمک کر محبت کے سمندر میں تلاطم پیدا کرتا ہے ماں کی گود میں کھیل کر شفقت مادری کے جوش کو اور زیادہ موجزن کرتا ہے، میٹھی میٹھی باتوں اور پیاری پیاری نگاہوں سے دل لبھاتا ہے عین اسی حالت میں کربلا کا منظر سامنے آتا ہے، جہاں یہ چہیتا، نازوں کا پالا بھوکا پیاسا بے رحمی کے ساتھ شہید ہوتا ہے کربلا کی زمین مصطفیٰ ﷺ کے پھول سے رنگین ہوتی ہے وہ شمیم پاک جو حبیب خدا ﷺ کو پیاری تھی کوفہ کے جنگل کو عطر بیز کرتی ہے۔

اے خاک کربلا تو اس احسان کو نہ بھول

کہ تڑپی ہے تجھ پہ لاش جگر گوشۂ بتول

مقامِ امتحان:

امام عالی مقام کے جدِ کریم حبیب خدا ہیں حق تبارک وتعالیٰ ان کا رضا جو ہے، بحر و بر میں ان کا حکم نافذ ہے اور شجر و حجر سلام عرض کرتے ہیں اور مطیع و فرمانبردار ہیں، چاند اشاروں پہ چلتا ہے ڈوبا ہوا سورج پلٹ آتا ہے، بدر میں ملائکہ لشکری بن کر حاضرِ خدمت ہوتے ہیں، اولین و آخرین کی عقدہ کشائی اشارۂ چشم پر موقوف و منحصر ہے، ان کے غلاموں کے صدقہ میں خلق کے کام سنورتے ہیں۔ باوجود اس فرزندِ ارجمند کی شہادت کی خبر پا کر چشم مبارک سے اشک تو جاری ہو جاتے ہیں مگر مصطفیٰ ﷺ دعا کے لئے ہاتھ نہیں اٹھاتے، نہ علی

المرتضٰی رضی اللہ عنہ عرض کرتے ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ اس خبر نے تو دل وجگر پارہ پارہ کردیئے ہیں آپ کے قربان بارگاہِ حق میں اپنے اس فرزند کے لئے دعا فرمایئے، نہ خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا التجا کرتی ہیں کہ اے سلطانِ دارین آپ کے فیض سے عالم فیض یاب ہے اور آپ کی دعا مستجاب ہے میرے اس لاڈلے کے لئے دعا فرمادیجئے نہ اہلبیت، نہ ازواج مطہرات، نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین، سب شہادت کی خبر سنتے ہیں شہرہ عام ہوجاتا ہے مگر بارگاہِ رسالت میں کسی طرف سے دعا کی درخواست پیش نہیں ہوتی۔

جرأت واستقامت:

پہاڑ بھی ہوتا تو وحشت سے گھبرا اٹھتا اور زندگی کا ایک ایک لمحہ کاٹنا مشکل ہوجاتا مگر طالب رضائے حق، مولٰی کی مرضی پر فدا ہوتا ہے اسی میں اس کے دل کا چین اور حقیقی تسلی ہے کبھی اس مصیبت عظمٰی سے خلاصی اور رہائی کی دعا نہیں کرتا انتظار کی ساعتیں شوق کیساتھ گزارتا ہے اور وقتِ موعود کا منتظر رہتا ہے۔

مناقب حسین رضی اللہ عنہ ازروئے قرآن کریم:

وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ٥ (۱)

اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے فدیہ میں دے کر اسے بچالیا۔

خدائے بزرگ وبرتر نے " فَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ " فرما کر اسماعیل کے ذبح کو ذبحِ عظیم کا فدیہ قرار دیا اور فرزند پیغمبر کی قربانی بعثتِ مصطفٰے ﷺ کی خاطر موقوف ہوگئی حکمتِ خداوندی یہ تھی کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا اور شہادت کے لئے اس کے

(۱)......القرآن سورۃ الصّٰفّٰت آیت نمبر 23

لختِ جگر کا انتخاب عمل میں آئے گا اور ذبحِ اسماعیل علیہ السلام کو مصطفیٰ ﷺ کے لختِ جگر سیدنا امام حسین علیہ السلام کے ذریعے ذبحِ عظیم بنا دیں گے۔

اللہ اللہ بائے بسم اللہ پدر　　معنی ذبح عظیم آمد پسر

اگر شہادت حسین رضی اللہ عنہ کا تعلق ذبح اسماعیل علیہ السلام سے نہ جوڑا جائے تو بات مکمل نہیں ہوتی۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو صرف ذبح کے لفظ سے ذکر کیا گیا اور ان کی جگہ مینڈھے کی قربانی ہوئی تو اسے ذبحِ عظیم فرمایا گیا۔؟

حکمت کیا ہے؟:

کہ مینڈھے کی قربانی کو ذبحِ عظیم جبکہ پیغمبر علیہ السلام کے فرزند کی قربانی کو صرف "ذبح" فرمایا تو یقیناً ذبحِ عظیم وہ قربانی ہوگی جو ذبح اسماعیل علیہ السلام سے بڑی ہوگی۔ اگرچہ اسماعیل علیہ السلام حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے فرزند ارجمند تھے جبکہ امام حسین رضی اللہ عنہ حضور سرورِ کونین علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لختِ جگر اور نورِ نظر تھے۔ اور نسبتِ مصطفوی ﷺ یقیناً ارفع و اعلیٰ ہے علاوہ ازیں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو سبطِ پیغمبر اور پسرِ بتول وحیدر ہونے کے علاوہ نسبت ابراہیمی بھی حاصل ہے۔

نیز شہادت حسین رضی اللہ عنہ چونکہ سیرتِ رسول ﷺ کا ہی ایک درخشندہ باب ہے لہٰذا اسی ذبح کو ذبحِ عظیم ہونے کا شرف حاصل ہے چنانچہ اس سے یہ امر پایا ثبوت کو پہنچ گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کے ضمن میں جس ذبحِ عظیم کا فدیہ دیا گیا وہ ایک مینڈھا نہ تھا بلکہ وہ جگر گوشہ بتول جناب عالی مقام سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (۲)

(۲)......القرآن، آل عمران پارہ نمبر 3 آیت نمبر 61

آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں۔

جب رسول کریم ﷺ نے نصاریٰ نجران کو یہ آیہ پڑھ کر سنائی اور مباہلہ کی دعوت دی تو کہنے لگے ہم کل مشورہ کر کے آپ کو بتائیں گے جب وہ مشورہ کے لئے جمع ہوئے تو انہوں نے اپنے بڑے عالم اور معتاب رائے شخص عاقب سے کہا اے عبدالمسیح تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے اس نے کہا اے جماعت نصاریٰ تم جان چکے ہو کہ محمد ﷺ نبی مرسل تو ہیں اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے اب اگر نصرانیت پر قائم رہنا چاہتے ہو تو انہیں چھوڑ دو اور گھر لوٹ چلو پھر رسول اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو دیکھتے ہیں کہ آپ کی گود میں امام حسین اور دست مبارک میں دستِ حسن اور حضرت علی اور فاطمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ کے پیچھے ہیں اور آپ ﷺ ان سے فرمار ہے ہیں جب میں دعا کروں تو تم سب آمین کہنا۔

پادری نے جب ان حضرات کو دیکھا تو بولا اے جماعت نصاریٰ میں ایسے چہرے دیکھ رہا ہوں اگر یہ اللہ سے پہاڑ ہٹا دینے کی دعا کریں گے تو اللہ پہاڑ ہٹا دے، ان سے مباہلہ نہ کرنا ہلاک ہو جاؤ گے اور قیامت تک روئے زمین پر کوئی نصرانی نہ رہے گا۔

شہادت حدیث:

آیہ کی تشریح فرمانِ رسول ﷺ کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیے۔

سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب یہ آیہ نازل ہوئی ”ندع ابناءنا و ابناءکم“ تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین کو جمع کیا

اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔(۳)

حدیث پاک میں فرمایا جارہا ہے دعا علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا یعنی علی "انفسنا" ہوئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا "نساءنا" جبکہ حسنین کریمین "ابناءنا" ٹھہرے۔

کیونکہ جب بیٹوں کو لانے کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کو پیش کیا، اور جب عورتوں کا معاملہ آیا تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کر دیا اور جب اپنی جانوں کو پیش کرنے کی بات آئی تو حضور اقدس ﷺ اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے آئے یعنی والد گرامی حسنین کریمین کو اپنی جان کے درجہ پر فائز فرمایا۔

مناقب حسین رضی اللہ عنہ از روئے احادیث مبارکہ:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے ہر نبی کی ذریت اس کی صلب سے جاری فرمائی اور میری ذریت حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی صلب سے چلے گی۔(۴)

(2) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت حسن سینے سے لے کر سر تک رسول اللہ ﷺ کے مشابہ تھے اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ اس سے نیچے آپ ﷺ کے مشابہ تھے۔(۵)

حسین رضی اللہ عنہ کی محبت اللہ کی محبت:

حضرت یعلی بن مرہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسین مجھ سے ہے

(۳)......الصحیح لمسلم جلد نمبر 2 صفحہ 228

(۴)......المعجم الکبیر طبرانی 3:44 تاریخ بغداد 9:172 (۵)......جامع ترمذی جلد: 2، ص: 219

اور میں حسین سے ہوں اللہ اس شخص سے محبت کرتا ہے جو حسین سے محبت کرتا ہے۔(۲)

اس حدیث مبارک کے الفاظ پر غور کرنے سے یہ سوال ذہن میں ابھرتا ہے کہ باپ کا بیٹے سے ہونا" چہ معنی دارد؟" کیونکہ بیٹے کا باپ سے ہونا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن باپ کا بیٹے سے ہونا اس کو سمجھنے سے عقل قاصر ہے تو اس حدیث مبارکہ کی مراد کیا ہوئی؟

اس کا جواب ہے کمال اتصال یعنی انتہائی درجہ کی قربت، وصال اور اتصال۔ اتصال اور قربت کی آخری حد جس کا تصور صرف ذہن کر سکتا ہے۔

لطیف نکتہ:

اس مشابہت کے پیش نظر جو حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کو آقا علیہ التحیہ والتسلیم کے ساتھ تھی علمائے کرام فرماتے ہیں چونکہ آپ ﷺ کے دونوں نواسوں نے سیرت نبوی ﷺ کے شہادت کے باب کی تکمیل فرمائی تھی اس لئے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سینہ سے سر تک مشابہ تھے اس لئے آپ حضرت حسن رضی اللہ عنہ آقا علیہ الصلوۃ والسلام کی شہادت خفی کا باعث بنے جس کا آغاز اس زہر سے ہوا جو ایک عورت نے آپ ﷺ کو کھلایا۔

اور شہادت جہری کا آغاز بھی آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں ہو چکا کہ جب آپ ﷺ کے دندان مبارک کو ایذا دی گئی اور آپ ﷺ کا خون بہایا گیا اور اسی شہادت جہری کی تکمیل آپ کے لخت جگر نور نظر امام حسین رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ہوئی۔

محروم نہ تھا سایۂ شاہ ثقلین   تمثیل نے اس سایہ کے دو حصے کئے
اس نور کی جلوہ گر تھی ذات حسین   آدھے سے حسن بنے آدھے سے حسین

اور یہ وصال اور قربت وہی ہے جس کا اندازہ محبت والا کر سکتا ہے کہ یہ ایک مسلمہ

(۲)...... جامع ترمذی، جلد:2، صفحہ:219

اور اٹل حقیقت ہے کہ بیشک حضور ﷺ تمام کائنات سے افضل ترین ہستی ہیں لیکن ہم دیکھتے ہیں شہادت کی نعمت بظاہر آپ ﷺ کی ذات کو لاحق نہیں ہوئی۔

لیکن حقیقت قطعاً ایسے نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس ہے کہ آپ کو یہ نعمت نہ صرف حاصل ہوئی بلکہ کمال درجہ حاصل ہوئی کہ آپ ﷺ شہادت کے دونوں رتبوں سری اور جہری پر فائز ہوئے جن کا آغاز آپ علیہ التحیہ والتسلیم کی حیات مبارکہ میں ہو چکا تھا اور آپ ﷺ کی شہادت خفی کی تکمیل نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول امام حسن رضی اللہ عنہ کے ذریعہ جبکہ شہادت جہری امام عالی مقام حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے ذریعے پایۂ تکمیل کو پہنچی اور آپ ﷺ کی ذات اقدس کائنات ہستی کے ہر بشر سے ارفع، اعلیٰ اعظم، فائق اور برتر ہے ہر اعتبار سے۔

محبت حسین رضی اللہ عنہ محبت رسول ﷺ:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ نے حضرت حسین بن علی کو اٹھایا اور یہ فرما رہے تھے اے اللہ میں اس سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر۔(۷)

اگر ہم حضور ﷺ کی غلامی کا دم بھرتے ہیں، رسول کی محبت کو اپنا اوڑھنا، بچھونا قرار دیتے ہیں۔ اور اپنا تشخص گردانتے ہیں تو پھر حضور ﷺ جس سے محبت کرتے ہیں اور بارگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں کہ باری تعالیٰ میں حسین سے محبت کرتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر ۔تو چاہیے کہ محبوب عالم ﷺ کے محبوب حسین رضی اللہ عنہ سے محبت کرکے اور والہانہ محبت کا اظہار کر کے محبوب عالم حبیب کبریا ﷺ سے گہری وابستگی کو مزید مستحکم اور مضبوط تر بنائیں کیونکہ

(۷)......المستدرک للحاکم 177:3

یہی ایک ذریعہ ہے قصر ایمان کی بنیادوں کو ناقابل تسخیر بنانے کا۔

حضرت علی ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حسین بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا جس نے اس سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔(۸)

حضرت انس بن مالک ﷛ فرماتے ہیں حضور نبی اکرم ﷺ سجدہ میں تھے کہ حسن اور حسین آئے اور پشت مبارک پر چڑھ گئے پس آپ نے ان کی خاطر سجدہ طویل کر دیا عرض کیا گیا اے اللہ کے نبی کیا سجدہ طویل کرنے کا حکم آ گیا؟ فرمایا نہیں میرے دونوں بیٹے حسن اور حسین میری پشت پر چڑھ گئے تھے میں نے جلدی کرنا ناپسند کیا۔(۹)

ثابت ہوا کہ جن کی خاطر حکم خداوندی کی بجا آوری طویل کر دی انکا مقام اور مرتبہ پہچاننے کے لئے منوں عقل درکار ہے۔

حسین ﷛ مرقع صبر وایثار:

حسین ابنِ علی کی شانِ رفعت کوئی کیا جانے
حسن جانے علی جانے نبی جانے خدا جانے

امام الشہداء شہید کرب وبلا، سید الصابرین حضرت سیدنا امام حسین ﷛ کی ذات ستودہ صفات کی ہر نسبت بلند، ہر وصف اعلیٰ اور ہر ادا جمیل، مگر ولادت سے شہادت تک ، مدینہ منورہ سے کربلائے معلّٰی تک صبر کی منزلوں کو جس پائیداری اور استقامت سے اوج کمال تک پہنچایا اس کی مثال رہتی دنیا تک ممکن نہیں۔

چار ہجری کی ایک صبح سید الانبیاء ﷺ کا شانہ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

(۸)......المعجم الکبیر، طبرانی جلد نمبر 3

(۹)......مسند من حدیث عبداللہ بن شداد 495:3......مجمع الزوائد 181:9

میں جلوہ افروز ہوئے کہ آپ ﷺ کی آغوش نبوت میں حضرت امام حسین ؓ کو ڈال دیا گیا خوشی ومسرت کے ساتھ حزن وملال کے آثار بھی جبین نبوت پر نمایاں ہوئے اور رحمۃ للعالمین ﷺ چہرہ حسین پر نظر جمائے اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھائے ہوئے یہ دعا مانگ رہے تھے۔

اللھم اعط الحسین اجراً الٰہی میرے حسین کو صبر واجر عطا فرما۔

کسی بیٹے کی ولادت پر اپنی نوعیت کی پہلی اور آخری دعا بھی سننے پڑھنے میں آئی ہے اس کے علاوہ پیدائش کے موقع پر صبر واجر کے دعائیہ کلمات کسی بھی بزرگ ولی، قطب، امام، محدث، فقیہ، تابعی یا صحابی کی زبان سے وارد ہوئے ہوں، کہیں ان کا نشان نہیں ملتا۔

وجہ یہ ہے ولادت حسین سے شہادت حسین ؓ تک کے تمام مراحل نگاہِ مصطفیٰ ﷺ میں تھے اور نبی کریم ﷺ اپنی زبان رسالت سے ان مشکل ترین مراحل میں سیدنا امام حسین ؓ کی معاونت کے لئے اپنی دعائے خیر پیش فرمارہے تھے۔

حدیث مبارک:

امام جعفر صادق ؓ فرماتے ہیں کہ صبر ایمان کے ساتھ اس طرح لازم ہے جس طرح سر جسم کے ساتھ۔ جب صبر نکل جائے تو ایمان بھی ختم ہو جاتا ہے جیسے سر کٹ جائے تو جسم بے جان ہو جاتا ہے۔ گویا کہ رسول کریم ﷺ امام حسین ؓ کو گرداب بلا میں دیکھ کر صبر نہیں، ایمانِ حسین ؓ کی حفاظت طلب کررہے ہیں۔ حقیقتاً وہ تمام مصائب وآلام جو شہید کربلا پر چھپن سال کے بعد آنے والے تھے آپ ﷺ پر پہلے ہی آچکے تھے تب ہی تو فرمایا:

الحسین منی وانا من الحسین

"حسین مجھ سے ہے اور میں حسین سے ہوں"

جہاں انتہائی محبت کا اظہار مقصود ہو وہاں دوسرے کو اپنی ذات کی نسبت سے پکارنا

عرب میں ضرب المثل تھا دوسرا حضرت حسین رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صبر عظیم کا عکس بھی تو تھے۔
ابھی سات سال کے نہیں ہو پائے کہ سید عالم نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جن کی شفقت ورحمت، راحت ولطافت میں بڑی ناز برداری سے پروان چڑھ رہے تھے، اس دنیائے فانی سے عالم بقا کی طرف تشریف لے جاتے ہیں جن کی گود سے لے کر کندھوں تک پیار ہی پیار ملتا ہے، جو محبت اور مودّت والفت کے جھولے جُھلا رہے تھے اور بچپنے میں ہی زبانِ نبوت سے عظمت وشوکت کے نورانی کلمات سے محظوظ ہو رہے تھے۔

الحسن والحسین هما ریحانتان فی الدنیا

تو صبر کی پہلی منزل رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی مفارقت وجدائی ثابت ہوئی۔

مرحلۂ صبر:

اور دوسری منزل اور مرحلۂ صبر چھ ماہ بعد از وصالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال فرما جانا، جن کی گود میں آپ رضی اللہ عنہ نے آنکھیں کھولیں جو چکی چلاتے وقت بھی جدا نہ کرتی تھیں جو قرآن کریم کی لوریاں سناتیں ہر قسم کے لاڈ لڈاتیں۔ جن کی محبت کو دیکھ کر فرشتے بھی آکر آپ کا جھولا جُھلانے کی سعادت حاصل کرتے اور دعا کرتیں الٰہی میرے حسین کو صبر واستقامت کی گراں مایہ دولت سے نواز۔
وقت گزرتا گیا یہاں تک آپ کے والد ماجد مولائے کائنات، شیرِ خدا، حضرت علی المرتضیٰ کی خلافت کا صبر آزما دور شروع ہوا۔ 21 رمضان چالیس ہجری میں حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا گیا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے دل پر کیا گزری خدا ہی جانتا ہے مگر دعائے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نازک مرحلے میں بھی پورا پورا ساتھ دیا۔

"اللھم اعط الحسین صبرا واجرا او کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم"

والد ماجد کی شہادت سے سنبھلنے ہی پائے تھے کہ شبیہ مصطفیٰ، حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ پچاس ہجری میں تمغۂ شہادت سے سرفراز ہوئے اور آپ رضی اللہ عنہ کو صبر کی تلقین کر گئے۔

یکے بعد دیگرے غم وآلام اور مصائب وآلام کے پہاڑ آپ پر ٹوٹ رہے ہیں مگر آپ کے صبر جمیل سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہو گئے 61ھ کا محرم تو اپنی تمام تر آزمائشوں ابتلاؤں اور غموں کا ہجوم لئے طلوع ہوا یزیدی افواج کے عمل و کردار نے اسلام و شریعت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنانا شروع کر دیا خواہشات نفسانیہ کو شریعت کا نام دے دیا گیا۔ محبان مصطفیٰ ﷺ پر چاروں طرف سے یورش شروع ہو گئی۔ کوفہ پنجۂ استبداد یزید میں پھنس چکا تھا لوگوں نے شریعت اسلام کے دفاع کے لئے آپ سے کوفہ تشریف لانے کی درخواستیں کیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے دل پر پتھر باندھ کر مدینہ طیبہ سے اسلام کی خاطر جدائی اختیار کی ،نجانے کتنے صبر و تحمل سے مکہ و مدینہ چھوڑا اور اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے کوفہ کی طرف رخت سفر باندھا۔

بگو ارتا بگریم چوں ابر نو بہاراں
از سنگ گریہ خیزد وقت وداع یاراں

معرکۂ حق و باطل:

نہ یزید کا وہ ظلم رہا نہ زیاد کی وہ جفا رہی
جو رہا تو نام حسین کا جسے زندہ رکھتی ہے کربلا

حق و باطل کی رزم آج سے نہیں ازل سے جاری ہے اور ابد تک جاری رہے گی حق ہر عہد میں امن وسلامتی ،الفت ومحبت ،شفقت و پیار اور آشتی وعلم کا علمبردار رہا۔حق

اگر چراغ روشنی، مشعل راہ اور مینارۂ نور رہا تو باطل کفر و ظلمت، ظلم و ستم، جبر و استعداد، جور و جفا اور ملعنت بن کر حق کے خلاف نبرد آزما رہا۔ باطل نے ہر دور میں دامِ تزویر کا سہارا لیا اور اس کا جال ہمہ رنگ زمین رہا مگر حق بھی رنگِ خوشنما من کی طرح دلوں کی بستیوں کو سیراب کرتا رہا اور باطل کا منہ توڑ تدارک اور مسکت و مکمل سدِ باب کرتا رہا۔ باطل اگر اپنی چیرہ دستیوں اور ریشہ دوانیوں کے ذریعے معرکہ آراء ہوا تو حق اپنی صداقت، بیباکی، وقار اور درخشاں کرشمہ سازیوں سے تا ابد امر ہوا۔ اور باطل کی قلعی کھول کر اس کا قلع قمع کر کے رکھ دیا اور ثابت کر دیا کہ باطل حق کا مقابل تو ہو سکتا ہے لیکن فاتح نہیں ہو سکتا۔

حق کا یہی اُوج و عروج باطل کی آنکھ میں خار بن کر کھٹکا اور خرمنِ باطل کو جلا کر خاکستر کر دیا اور قلب باطل میں ایسے نشتر پیوست کیے کہ اسے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا باطل ازل سے انسانیت کی بھلائی کی راہوں کو مسدود کرتا رہا۔ جبکہ حق نے انسانیت خیر اور بھلائی کا کوئی نقطہ فرو گزاشت نہ کیا اور کوئی تشنہ نہ چھوڑا۔

الغرض ہر دور میں فتح حق کی ہوئی اور ہر عہد میں کامران، فاتح، فائز اور فائق حق ہی ہوگا اس کی زندہ و تابندہ مثال حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت ہے.

اسلام کی فطرت کو قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائیں گے

عدیم النظیر فقید المثال شہادت:

جی کے مرنا تو سب کو آتا ہے
مَر کے جینا سکھا دیا آپ ﷺ نے

حسین ابن علی تاریخ حق و باطل کا ناقابل تردید درخشاں اور چاند ستاروں سے

زیادہ روشن باب ہے اس کے برعکس یزید نا صرف تاریخ اسلام کا بلکہ انسانی تاریخ کا انتہائی فرسودہ وباپلہ، اندھا واندھیر قابل تردید ور تاریک پہلو ہے جس نے حق سے ٹکر لے کر صفحۂ ہستی سے خود اپنا نام حرف غلط کی طرح مٹالیا۔ جبکہ خانوادۂ عظمت و تقدیس امام المتقین، سید شہدائے اولین و آخرین، شہزادِ گلگوں قبا، راکبِ دوشِ مصطفٰی، نواسۂ رسول، جگر گوشۂ بتول، سید الشہداء، امام عالی مقام جناب سیدِ حسین ابن علی رضی اللہ عنہما اعلائے کلمۃ الحق کے لئے راہِ حق میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر کے رہتی دنیا کے لیے عدیم النظیر اور فقید المثال کارنامہ اور مشعلِ راہ چھوڑ کر حیاتِ جاوداں کے راہی سفر ہو گئے۔

اسلام کے دامن میں بس اس کے سوا کیا ہے
اک ضرب ید اللہی اک سجدۂ شبیری

امت مصطفٰی ﷺ میں بڑے بڑے اولیاء کے قدم مقامِ رضا کی کٹھن منزلوں پر ڈگمگا گئے مگر نواسۂ رسول جگر گوشۂ بتول کے پائے استقلال میں ذرہ بھر بھی لغزش نہیں آئی تپتے ہوئے ریگزار پر شہادت کی کٹھن منزل پر آپ کامیاب وکامران دکھائی دیتے ہیں آپ مرحلہ رضا کے تینوں مدارج پر کامیاب وکامران ہیں۔

رضا کا پہلا درجہ یہ ہے کہ علم بھی ہو پھر بھی قضا کو قبول کر لیا جائے اور اختیار کے باوجود خود کو نہ بچایا جائے آپ رضی اللہ عنہ وقتِ شہادت، مقامِ شہادت اور احوالِ شہادت سے باخبر تھے اگر چاہتے تو یزید کی بیعت کر کے قضاء سے چھٹکارا پا لیتے لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا کیونکہ یہ آپ کے شایانِ شان نہ تھا۔

رضا کا دوسرا مرحلہ یہ ہے قدرت کے فیصلے پر خوش رہنا اس مرحلہ میں بھی آپ ثابت قدم رہے ایک لمحہ کے لئے بھی آپ کی زبانِ مبارک پر شکوہ نہیں آیا، دشمنوں کے آگے

درخواست نہیں کی اور نہ ہی آہ وفغاں اور چیخ وپکار کی۔

خانوادۂ نبوت کا ہر ہر فرد صبر کا دودھ توکل کا پانی اور رضا کی خوراک کھا کر جوان ہوا تھا یہ کیسے ماتم کناں ہو سکتے تھے۔ آخر وہ وقت آ گیا جس کا قدسیان فلک انتظار کر رہے تھے جس کے نظارے کو چشم فلک ترس رہی تھی آپ رضی اللہ عنہ سینکڑوں یزیدیوں کو واصلِ جہنم کر کے عین وقتِ ظہر گھوڑے سے نیچے تشریف لائے تیمم کیا اور قیام ورکوع کے بعد سجدہ ریز ہو گئے تو ملک الموت نے اللہ کی طرف سے یہ مژدہ جانفزا سنایا:

یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ (قرآن کریم، الفجر، 30)

رضا کا تیسرا مقام یہ ہے کہ سب کچھ لٹا دینے کے بعد بھی زبان پر شکوہ نہ آئے سب کچھ لٹا دینے کے بعد آپ تو آپ، آپ کے گھرانے کا ہر ہر فرد کو استقامت بنا رہا کسی نے آپ کی زبان سے مصائب کربلا کا تذکرہ تک نہیں سنا بلکہ قاتلوں سے حسن سلوک کیا۔

سچ ہے جو لوگ خنجر تسلیم ورضا سے ذبح ہو جاتے ہیں حیات جاوداں پاتے ہیں.

جو زخم جگر کو بوسہ دیں
وہ لوگ مرادیں پاتے ہیں

شریعت میں مشکل وقت پر دو راستے بتائے جاتے ہیں دونوں راستے اللہ اور اس کے رسول کے تجویز کردہ ہیں ایک رستہ راہ رخصت جبکہ دوسرا راہ عزیمت کہلاتا ہے۔

اگر حالات سازگار ہوں جبر وکفر کی طاقتوں کا صفایا آسانی سے کیا جا سکتا ہو تو ان حالات میں ہر کلمہ گو پر اس ظلم کے خلاف میدانِ کارزار میں نکل آنا فرض ہے.

لیکن جب باطل زیادہ منظم اور قوی ہو تو ایسے حالات میں شریعت نے امتِ مسلمہ کو دو راستے عطا کیے ہیں کہ راہِ رخصت پر عمل کرے۔ گوشہ نشین ہو جائے۔ چپکے سے لعنت

ملامت کرے اور دل میں بُرا جانے لیکن مسلح تصادم و کشمکش کے لئے میدان میں نہ آئے ہر دور میں اکثریت نے راہِ رخصت پر عمل کیا لیکن جن کی رگوں میں خونِ مصطفیٰ ﷺ ہو۔ وہ رخصت پر عمل نہیں کرتے بلکہ عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ فوج اور لشکر کی بھاری اکثریت پر نظر نہیں ڈالتے وہ مسلح کشمکش میں ناکامی اور کامیابی پر توجہ نہیں دیتے ان کی توجہ صرف اس امر پر مرکوز ہوتی ہے کہ تن من، دھن کو کس طرح دینِ خداوندی کے لئے قربان کریں کہ شاید تن میں لگی ہوئی آگ ہی آئندہ نسلوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدل دے ۔ وہ اپنی شان و مقام کی مناسبت سے اس اقدام کو فرض جانتے اور گردانتے ہیں۔

آپ جناب عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس اقدام کو ترجیح دی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے رگ و ریشہ میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا خون گردش کر رہا تھا آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کی گود میں پرورش اور تربیت پائی تھی۔ محبوبِ خدا ﷺ کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی اور حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک کو چوسا تھا آپ رضی اللہ عنہ خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ اور بنائے "لا الہ الا اللہ" تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں سب سے طاقتور چیز کیا ہے تو ہر ایک کا جواب دوسرے سے مختلف ہوگا۔ کسی کے خیال میں قلم زیادہ طاقتور ہے اور کسی کے خیال میں تلوار، یہ جملہ قیاس آرائیاں اپنی اپنی جگہ درست۔ مگر ایک طاقت ایسی ہے جو ان میں سب سے زیادہ طاقتور ہے برتر ہے عظیم ہے اور وہ ہے جذبۂ صادقہ، جتنی طاقت جذبے میں ہے شاید ہی دنیا کی دوسری چیز میں ہو۔

یہ جذبہ عمل ہی تھا جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اتنی جرأت اور ہمت و بہادری اور پھر استقامت عطا کی، کہ نجات کی کروڑہا راہوں سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ یزیدیوں

کے لشکر جرار سے تن تنہا ٹکرا گئے اور ان کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ یہ جذبۂ صادقہ ہی کی کا
فرمائیاں تھیں کہ ہزار ہا مصلحتوں نے آڑے آنا چاہا۔ ہزار ہا راہوں نے دعوت نجات دی
۔ ہزار ہا مذاکرات آپ کی بارگاہ میں سرنگوں ہو کر پیش ہوئے مگر آپ ؓ نے کسی مصلحت
کسی مذاکرے کو قبول کئے بغیر جذبۂ صادق سے اپنا سر مبارک بارگاہِ ایزدی میں پیش کر د
اور یہ جذبہ صادق کی کرشمہ سازی تھی کہ بارگاہِ الوھیت میں وہ مقام حاصل کیا جو کسی یز
وزیاد کو آج تک حاصل ہوا اور نہ قیامت تک کسی کو ہوگا۔

کیونکہ جب بھی ظلم وستم اور جبر واستبداد کے پنجے گاڑنے والوں نے سان حرب
وضرب سے دہشتیں پھیلا کر قوموں کو غلام بنایا تو دلوں کی نازک دھڑکنوں اور جذبوں۔
آمریت کی زنجیروں اور ظلم وجبر کی ہر انتہا کو پاش پاش کر دیا پھر ہر ظالم ہر آمر، ہر فرعو
وہامان اور ہر یزید وزیاد اپنی ہی نفرتوں کی زنجیروں میں قید ہو کر رہ گیا۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل
کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

کربلا، واقعہ نہیں تحریک ہے:

شہادت حسین ؓ کے بعد کائنات انسانی کو دو کردار مل گئے۔ یزیدیت
، استحصال جبر، تفرقہ پروری، قتل وغارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گئی اور حسی
، عدل، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفیٰ ﷺ کی علامت ٹھہری۔ قیامت تک حسین بھی ز
رہے گا اور حسینیت کے پرچم بھی قیامت تک لہراتے رہیں گے اور یزید قیامت تک مردو
اور حسین ؓ کی روح ریگ کربلا سے پکار رہی ہے۔ آج سیدہ زینب کی روح اج
ہوئے خیموں سے ہمیں صدا دے رہی ہے۔ علی اصغر اور علی اکبر کے خون کا ایک ایک

ملامت کرے اور دل میں بُرا جانے لیکن مسلح تصادم و کشمکش کے لئے میدان میں نہ آئے ہر دور میں اکثریت نے راہ رخصت پر عمل کیا لیکن جن کی رگوں میں خونِ مصطفیٰ ﷺ ہو۔ وہ رخصت پر عمل نہیں کرتے بلکہ عزیمت کی راہ اختیار کرتے ہیں وہ فوج اور لشکر کی بھاری اکثریت پر نظر نہیں ڈالتے وہ مسلح کشمکش میں ناکامی اور کامیابی پر توجہ نہیں دیتے ان کی توجہ صرف اس امر پر مرکوز ہوتی ہے کہ تن من، دھن کو کس طرح دینِ خداوندی کے لئے قربان کریں کہ شاید تن میں لگی ہوئی آگ ہی آئندہ نسلوں کے اندھیروں کو اجالوں میں بدل دے ۔وہ اپنی شان و مقام کی مناسبت سے اس اقدام کو فرض جانتے اور گردانتے ہیں۔

آپ جناب عالی مقام سیدنا حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے اس اقدام کو ترجیح دی کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ کے رگ و ریشہ میں حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا خون گردش کر رہا تھا آپ نے سیدہ فاطمۃ الزہرا کی گود میں پرورش اور تربیت پائی تھی۔ محبوبِ خدا ﷺ کے مبارک کندھوں پر سواری کی تھی اور حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک کو چوسا تھا آپ رضی اللہ عنہ خانوادۂ نبوت کے چشم و چراغ اور بنائے "لا الہ الا اللہ" تھے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ دنیا میں سب سے طاقتور چیز کیا ہے تو ہر ایک کا جواب دوسرے سے مختلف ہوگا۔ کسی کے خیال میں قلم زیادہ طاقتور ہے اور کسی کے خیال میں تلوار، یہ جملہ قیاس آرائیاں اپنی اپنی جگہ درست۔ مگر ایک طاقت ایسی ہے جو ان میں سب سے زیادہ طاقتور ہے برتر ہے عظیم ہے اور وہ ہے جذبہ صادقہ، جتنی طاقت جذبے میں ہے شاید ہی دنیا کی دوسری چیز میں ہو۔

یہ جذبہ عمل ہی تھا جس نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو اتنی جرأت اور ہمت و بہادری اور پھر استقامت عطا کی، کہ نجات کی کروڑ ہا راہوں سے صرف نظر کرتے ہوئے آپ یزیدیوں

کے لشکر جرار سے تن تنہا ٹکرا گئے اور ان کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ یہ جذبۂ صادقہ ہی کی کار فرمائیاں تھیں کہ ہزار ہا مصلحتوں نے آڑے آنا چاہا۔ ہزار ہا راہوں نے دعوت نجات دی۔ ہزار ہا مذاکرات آپ کی بارگاہ میں سرنگوں ہو کر پیش ہوئے مگر آپ ﷺ نے کسی مصلحت کسی مذاکرے کو قبول کئے بغیر جذبۂ صادق سے اپنا سر مبارک بارگاہِ ایزدی میں پیش کر دیا اور یہ جذبہ صادق کی کرشمہ سازی تھی کہ بارگاہِ الوھیت میں وہ مقام حاصل کیا جو کسی یزید وزیاد کو آج تک حاصل ہوا اور نہ قیامت تک کسی کو ہوگا۔

کیونکہ جب بھی ظلم وستم اور جبر واستبداد کے پنجے گاڑنے والوں نے سان حرب وضرب سے دہشتیں پھیلا کر قوموں کو غلام بنایا تو دلوں کی نازک دھڑکنوں اور جذبوں نے آمریت کی زنجیروں اور ظلم وجبر کی ہر انتہا کو پاش پاش کر دیا پھر ہر ظالم ہر آمر، ہر فرعون وہامان اور ہر یزید وزیاد اپنی ہی نفرتوں کی زنجیروں میں قید ہو کر رہ گیا۔

اب اپنے ہی عناد کے شعلوں میں آپ جل
کس نے تجھے کہا تھا کہ جلتی پہ تیل ڈال

کربلا، واقعہ نہیں تحریک ہے:

شہادتِ حسین ﷺ کے بعد کائنات انسانی کو دو کردار مل گئے۔ یزیدیت، ظلم، استحصال جبر، تفرقہ پروری، قتل وغارت گری اور خون آشامی کا استعارہ بن گئی اور حسینیت، عدل، امن، وفا اور تحفظ دین مصطفیٰ ﷺ کی علامت ٹھہری۔ قیامت تک حسین بھی زندہ رہے گا اور حسینیت کے پرچم بھی قیامت تک لہراتے رہیں گے اور یزید قیامت تک مردہ۔ اور حسین ﷺ کی روح ریگ کربلا سے پکار رہی ہے۔ آج سیدہ زینب کی روح اجڑے ہوئے خیموں سے ہمیں صدا دے رہی ہے۔ علی اصغر اور علی اکبر کے خون کا ایک ایک قطرہ

دریائے فرات کا شہید کربلا کے خون سے رنگین ہونے والا کنارہ ہمیں آواز دے رہا ہے
حسین سے محبت کرنیوالو!

حسینیت کے کردار کو اپنے قول وفعل میں زندہ کرو اور ہر دور کے یزیدوں اور
یزیدیت کو پہچانو۔

قافلہ حجاز میں ایک بھی حسین نہیں
گرچہ ہے تابدار گیسوئے دجلہ وفرات

یزیدیت کو پہچانو، یزیدیت تمہیں توڑنے کیلئے ہے۔ حسینیت، اخوت، محبت، امن
و وفا کی علمبردار ہے۔

یزیدیت اسلام کی قدریں مٹانے کا نام ہے۔ حسینیت اسلام کی دیواروں کو پھر
سے اٹھانے کا نام ہے۔ یزیدیت قوم کا خزانہ لوٹنے والوں کا نام ہے۔ حسینیت قوم کی
دولت کو بچانے کا نام ہے۔ یزیدیت جہالت اور حسینیت علم کا نام ہے. یزید ظلم کا اور حسین
امن کا استعارہ ہے، یزید اندھیرے کی علامت ہے اور حسین روشنی کا استعارہ ہے۔ یزید
ذلت اور رذلت کا نام ہے جبکہ حسینیت انسانیت کے فائدہ، نفع رسانی، بھلائی اور خیر وفلاح
کا نشان اور علامت ہے۔

آیئے! حسین کے جلائے ہوئے چراغ امن سے اپنے ظاہر و باطن کے اندھیروں
کو دور کر کے اپنے دلوں کو جلا بخشیں اور فتنہ وفساد، جنگ اور قتل وغارت کی آگ کو ہمیشہ کے
لئے سرد کر دیں. مدینے سے کربلا تک قربانیوں کی ان گنت داستانیں بکھری ہوئی ہیں ان کو
مشعل راہ بنائیں ملک ملک، قریہ قریہ، شہر شہر اور بستی بستی حسینی مشن کے چراغ روشن کریں۔

خونِ گلوئے اصغر مظلوم کی قسم
دنیا کو آج تیری ضرورت ہے یا حسین
تیرے جوان اکبر وقاسم کے خون سے
سرسبز آج باغ رسالت ہے یا حسین
پہلے یزید ایک تھا اب لاکھوں ہیں یزید
پھر ایک مزاج نو کی سیاست ہے یا حسین

☆☆☆☆☆

احیاء المیت

بفضائل اہل البیت

تصنیف

امام المحدثین حضرت علامہ

امام جلال الدین السیوطی الشافعی

رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

مفتی محمد عرفان قادری

انجارج: بہار اسلام اسلامک ریسرچ سنٹر

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ، وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

(فرمانِ خداوندی "قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی"
اے محبوب ﷺ! فرما دیجئے کہ میں تم سے اس (دین کی تبلیغ) پر کوئی اجرت نہیں مانگتا سوائے قربت والوں کی محبت کے۔)

اَلْحَدِیْثُ الْاَوَّلُ : عَنْ سَعِیْدِ بْنِ جُبَیْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ فِیْ قَوْلِهٖ تَعَالٰی "قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" قَالَ: قُرْبٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ،

حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ اس فرمان کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس آیت میں "قربیٰ" سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قرابت دار ہیں۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ : عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا لَمَّا نَزَلَتْ هٰذِهِ الْاٰیَةُ : "قُلْ لَّا اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" قَالُوْا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ مَنْ قَرَابَتُكَ هٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ وَجَبَتْ عَلَیْنَا مَوَدَّتُهُمْ ؟ قَالَ ﷺ: عَلِیٌّ وَّ فَاطِمَةُ وَوَلَدَاهُمَا.

---

(۱)......جامع البیان للطبری، جلد:11، صفحہ:144......ذخائر العقبیٰ للمحب الطبری، صفحہ:33......الدر المنثور، جلد:5، صفحہ:701

(۲)......الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، جلد:8، صفحہ:21......التفسیر الکبیر للرازی، جلد:3، صفحہ:47 و جلد:11، صفحہ:351......مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:168 و جلد:7، صفحہ:103......الدر المنثور، جلد:5، صفحہ:701

سیدنا علی المرتضیٰ شیر خدا، سیدہ فاطمہ الزہراء اور ان کے دو شہزادے سیدنا امامین حسنین کریمین رضی اللہ عنہم۔ نبی کریم ﷺ کے ایسے اہلبیت ہیں جو منصوص علیہ ہیں۔ قرآن مجید میں تین آیات ایسی ہیں

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" تو صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ کے قرابت دار کون ہیں جن کی محبت ہم پر واجب ہے؟ فرمایا:

''علی، فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے۔

جن میں اہلبیت اور اہل قرابت کا ذکر ہوا تو رسول کریم ﷺ نے خصوصی طور پر انہی ہستیوں کا ذکر فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا۝

بے شک اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے نبی کے گھر والو! تم سے نجاستوں کو دور کردے اور تمہیں یوں پاک کردے جیسے پاک کرنے کا حق ہے۔

نزول آیت کے بعد جب نبی کریم ﷺ سے عرض کیا گیا کہ آپ کے اہلبیت کون ہیں؟ تو فرمایا: علی، فاطمہ، حسن وحسین رضی اللہ عنہم۔

اسی طرح جب آیت کریمہ "قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی" نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے خاص طور پر انہی ہستیوں کو ذکر فرمایا جیسا کہ متن میں مذکور حدیث میں وارد ہے۔ اور تیسری بار جب آیت مباہلہ نازل ہوئی اور ارشاد ربی ہوا:

''نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ...... '' یعنی تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ اور ہم اپنے بیٹوں کو، تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم ہماری، اور تم خود کو پیش کرو اور ہم اپنے آپ کو لاتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب یہ آیہ نازل ہوئی ''نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَ اَبْنَآءَكُمْ...... '' تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت حسن وحسین کو جمع کیا اور فرمایا اے اللہ یہ میرے اہلبیت ہیں۔ (الصحیح لمسلم، جلد نمبر: 2، صفحہ: 228)

حدیث پاک میں فرمایا جا رہا ہے دعا علیا و فاطمۃ و حسنا و حسینا یعنی علی ''انفسنا'' ہوئے۔ فاطمہ رضی اللہ عنہا ''نسائنا'' جبکہ حسنین کریمین ''ابناء نا'' ٹھہرے۔

ادیث الثالث:۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالیٰ ''مَنْ
ف حَسَنَۃً''، قَالَ: اَلْمَوَدَّۃُ لِآلِ مُحَمَّدٍ ﷺ ۔(۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اللہ تعالیٰ کے فرمان ''مَنْ یَقْتَرِفْ حَسَنَۃً'' کی
یں فرماتے ہیں کہ حسنہ یعنی نیکی سے مراد آل محمد ﷺ کی محبت ہے۔

ادیث الرَّابِعُ: عَنِ الْمُطَّلِبِ بْنِ رَبِیْعَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: قَالَ
لُ اللّٰہِ ﷺ وَاللّٰہِ لَا یَدْخُلُ قَلْبَ امْرِئٍ مُسْلِمٍ اِیْمَانٌ حَتّٰی یُحِبَّکُمْ لِلّٰہِ
بَتِیْ ۔(۴)

حضرت مطلب بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
م کسی مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہیں ہو سکتا جب تک وہ تم (اہلبیت) سے اللہ
ر میری قرابت کیلئے محبت نہ کرے۔

کیونکہ جب بیٹوں کو لانے کا وقت آیا تو حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حسن اور حسین رضی اللہ
ش کیا، اور جب عورتوں کا معاملہ آیا تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو پیش کر دیا اور
جانوں کو پیش کرنے کی بات آئی تو حضور اقدس ﷺ اپنے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لے آئے یعنی
ے حسنین کریمین کو اپنی جان کے درجہ پر فائز فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان پاک ہستیوں کا اہلبیت میں
ل علیہ ہے۔

الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، جلد:8، صفحہ:24، جواہر العقدین، جلد:2، صفحہ:13، الذریۃ
حہ:74، حدیث نمبر:121 میں حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما کا قول قرار دیا ہے۔ الدر
:5، صفحہ:701

المسند للامام احمد، جلد: 1، صفحہ: 342 و جلد: 5، صفحہ: 172، الجامع للترمذی،
:610، السنن للنسائی، جلد:5، صفحہ:51، المستدرک للحاکم، جلد:4، صفحہ:85

اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ : عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اُذَکِّرُکُمُ اللّٰہَ فِیْ اَھْلِ بَیْتِیْ۔(۵)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہیں میرے اہلبیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں۔

اَلْحَدِیْثُ السَّادِسُ : عَنْ زَیْدِ بْنِ اَرْقَمَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدِیْ ، کِتَابُ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ . وَلَنْ یَتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا۔(۶)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو تھامے رکھو گے تو میرے بعد گمراہ نہیں ہو گے، ایک کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسرے میرے اہلبیت ۔ یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں، اب دیکھو تم میرے بعد ان سے کیا برتاؤ کرتے ہو۔

---

(۵)......الصحیح للمسلم ، جلد:4، صفحہ:1873، السنن للنسائی، جلد:5، صفحہ:610، المسند لاحمد، جلد:5، صفحہ:492، الصحیح لابن خزیمۃ، جلد:5، صفحہ:62 حضور ﷺ کا فرمان "میں تمہیں اہل بیت کے بارے میں اللہ کی یاد دلاتا ہوں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اہل بیت کے حقوق کی ادائیگی اور احترام کرنا امت پر واجب ہے۔ اسی طرح ان کے ساتھ احسان اور بھلائی کا معاملہ کرنا، ان کی عزت اور ان کی حفاظت کرنا بھی لازم ہے کیونکہ یہ لوگ روئے زمین پر حسب و نسب میں سب سے اعلیٰ ہیں۔

(۶)......الجامع للترمذی، جلد:2، صفحہ:622، المستدرک للحاکم، جلد:3، صفحہ:160، امام حاکم کہ یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے بھی ان سے موافقت کی ہے۔

اس حدیث شریف میں اور اس کے بعد آنے والی متعدد احادیث میں کتاب اللہ اور عترت رسول ﷺ کو "ثقلان" یعنی دو بھاری چیزیں قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ ان کے بڑے مقام اور علو شان کی وجہ سے فرمایا۔ کیونکہ ہر قیمتی چیز کو "ثقیل" کہا جاتا ہے۔ اور اس لئے بھی یہ ثقلان ہیں کہ ان پر عمل کرنا ثقیل ہے۔ (النہایہ فی غریب الحدیث، جلد:۱، صفحہ:۲۱۶، لسان العرب، جلد:۱۱، صفحہ:۸۸) اور اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: سَنُلْقِیْ عَلَیْکَ قَوْلًا ثَقِیْلًا٥ عنقریب ہم آپ پر بھاری بات القاء کریں گے۔ یعنی جس کیلئے وزن اور قدر ہو۔ اور اس لئے بھی ثقیل کہتے ہیں کہ اسے بتکلف ادا کیا جاتا ہے۔ (تفسیر ابن کثیر، جلد:۷، صفحہ:۱۴۳) اور انسانوں اور جنوں کو بھی "ثقلان" کہا جاتا ہے زمین پر سکونت اختیار کرنے کی وجہ سے۔ اور ان (انسانوں اور جنوں) کو باقی تمام حیوانات پر فضیلت دی گئی ہے اسی طرح قرآن مجید سب کتابوں اور صحیفوں میں عزت و شرف والا ہے اور حضور ﷺ کی آل پاک سب خاندانوں میں عزت و شان والی ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان "جب تک ان کو تھامے رکھو گے گمراہ نہیں ہو گے" اس سے سادات کرام میں سے اہل علم مراد ہیں۔ حکیم ترمذی فرماتے ہیں:

حضور ﷺ کا فرمان "یہ کبھی متفرق نہ ہوں گے حتی کہ حوض پر آملیں" اور آپ ﷺ کا فرمان "اگر ان کو پکڑ کر رکھو گے تو گمراہ نہ ہو گے" اہلبیت میں سے اہل علم ائمہ کرام کیلئے ہے نہ کہ سبھی کیلئے۔ کیونکہ گناہگار کیلئے قیادت نہیں ہے۔ (خلاصہ: نوادر الاصول، جلد:۱، صفحہ:۱۶۴)

علامہ سمہودی فرماتے ہیں:

اہلبیت اور عترت نبوی کے وہ لوگ جن کا دامن تھامنے پر حضور ﷺ نے ابھارا ہے، وہ کتاب اللہ کے علماء ہیں۔ اور یہ علماء سادات ہی ہیں جو ہمیشہ کتاب اللہ کے ساتھ اور کتاب اللہ ان کے ساتھ رہے گی حتی کہ حوض کوثر پر حضور ﷺ سے ملاقات ہو جائے۔ (جواہر العقدین فی فضل الشرفین، صفحہ:۲۴۳)

اَلْحَدِیْثُ السَّابِعُ : عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ اِنْ مَّا تَمَسَّکْتُمْ بِهٖ بَعْدِیْ لَنْ تَضِلُّوْا۔ کِتَابُ اللّٰہِ عِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ ، اِنَّھُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَی الْحَوْضِ .(۷)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم میں ایسی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں اگر تم ان کو تھامے رکھو گے تو میرے بعد گمراہ نہ ہو گے، ایک کتاب اللہ (قرآن مجید) اور دوسرے میرے اہلبیت۔ یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ حوضِ کوثر پر مجھ سے ملیں۔

علامہ ملا علی قاری فرماتے ہیں:

ظاہری بات ہے کہ گھر کے مالک کو گھر والے ہی سب سے زیادہ جانتے ہوتے ہیں اور ان کے احوال سے واقف ہوتے ہیں۔ لہذا اس حدیث میں جن اہلبیت کا دامن تھامنے کا ذکر ہے وہ اہل سادات کرام ہیں کیونکہ وہ مالک خانہ (نبی کریم ﷺ) کی سیرت اور طریقت سے زیادہ واقف ہیں ان کے حکم و حکمت سے زیادہ آگاہ ہیں۔ اور اسی لئے وہ کتاب اللہ کے ساتھ رہنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح، جلد:۱۰، صفحہ:۵۳۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تمام سادات کرام کا ادب اور احترام کرنا لازم ہے چاہے وہ نیکوکار ہیں یا معاذ اللہ بدکار ہیں جیسا کہ اگلے صفحات میں احادیث آ رہی ہیں۔ لیکن قیادت صرف اہل علم سادات کرام کیلئے ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۷)...... المنتخب، صفحہ:240، المسند، جلد:6، صفحہ:232، مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:162، ان دونوں کتابوں میں یہ الفاظ ہیں کہ میں تم میں دو خلیفے چھوڑ کر جا رہا ہوں، المصنف لابن ابی شیبہ جلد:6، صفحہ:313، المعرفۃ التاریخ للفسوی، جلد:9، صفحہ:537

اَلْحَدِیْثُ الثَّامِنُ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اِنِّیْ اُوْشِکُ اَنْ اُدْعٰی فَاُجِیْبُ وَاِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ. کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ وَاِنَّ اللَّطِیْفَ الْخَبِیْرَ خَبَّرَنِیْ ، اَنَّھُمَا لَنْ یَّفْتَرِقَا حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ فَانْظُرُوْا کَیْفَ تَخْلُفُوْنِیْ فِیْھِمَا . (۸)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب ہے کہ مجھے بلاوا آجائے اور میں بلاوا قبول کرلوں، بے شک میں تم میں دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب اللہ اور میرے اہلبیت۔ اور بے شک مجھے لطیف وخبیر نے خبر دی ہے کہ یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتی کہ حوض پر مجھ سے آملیں، اب دیکھو تم میرے بعد ان سے کیا سلوک کرتے ہو۔

اَلْحَدِیْثُ التَّاسِعُ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ "اَحِبُّوا اللّٰہَ لِمَا یَغْذُوْکُمْ بِہٖ مِنْ نِعَمِہٖ وَاَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ ۔(۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ سے محبت کرو کیونکہ وہ تم کو اپنی نعمتوں سے غذا دیتا ہے اور مجھ سے اللہ کیلئے محبت کرو (کہ میں اس کا رسول ہوں) اور میرے اہلبیت سے میری محبت کی وجہ سے محبت کرو (کہ وہ مجھے پیارے ہیں۔)

(۸)......المسند للامام احمد، جلد:3، صفحہ:393، المسند لابی یعلی، جلد:2، صفحہ:6

(۹)......الجامع للترمذی، جلد:5، صفحہ:622، المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:3، صفحہ:46، المستدرک للحاکم ،جلد:3، صفحہ:162 امام حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے اور امام ذہبی نے ان سے موافقت کی۔ الشعب الایمان للبیہقی ، جلد:2، صفحہ:130، الجواہر العقدین للسمہودی، جلد:2، صفحہ:228، علامہ سمہودی یہ

اَلْحَدِیْثُ الْعَاشِرُ: عَنْ أَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: ارْقُبُوْا مُحَمَّدًا فِیْ اَهْلِ بَیْتِهِ ـ(۱۰)

حضرت ابوبکر صدیق ﷺ سے مروی ہے کہ: حضرت محمد ﷺ کی خوشنودی ان کے اہلبیت سے محبت میں ہے۔

حدیث لکھنے کے بعد کہتے ہیں کہ تعجب ہے کہ علامہ ابن جوزی نے اس کو "العلل المتناہیۃ" میں نقل کیا ہے۔

حضور ﷺ کا فرمان "اللہ سے محبت کرو کیونکہ وہ تمہیں اپنی نعمتوں سے غذاء مہیا کرتا ہے" یعنی غذا حسی مثلاً کھانے پینے کیلئے صنف صنف کی نعمتیں عطا فرماتا ہے اور غذا معنوی یعنی ہدایت اور نیکی کی توفیق عطا فرماتا ہے۔اس لئے اللہ تعالی سے محبت کرو۔اور نبی کریم ﷺ سے محبت کرو کیونکہ وہ اللہ کے محبوب ہیں اور اللہ تعالی نے ان کی محبت لوگوں کے دلوں میں رکھ دی ہے۔اللہ تعالی کا فرمان ہے کہ جب وہ کسی سے محبت کرتا ہے تو جبریل علیہ السلام سے فرماتا ہے میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں تم بھی اس سے محبت کرو اور پھر تمام لوگوں کے دلوں میں اس بندے کی محبت ڈال دی جاتی ہے۔یہ تو عام بندے کا حال ہے تو امام الانبیاء ﷺ کی محبت کا عالم کیا ہے جن کیلئے اللہ تعالی نے ساری کائنات کو تخلیق فرمایا۔نبی کریم ﷺ اللہ کے محبوب ہیں تو اللہ نے ان کی محبت تمام مخلوقات کے دلوں میں ودیعت فرمادی ہے۔

"میری وجہ سے میرے اہلبیت سے محبت کرو" کیونکہ وہ نبی کریم ﷺ کے محبوب ہیں اور محبوب کی طرف منسوب اشیاء بھی محبت کیلئے لائق محبت ہوتی ہیں۔

(۱۰)......الصحیح للبخاری، جلد:3، صفحہ:25 وصفحہ:32، جواہر العقدین، جلد:2، صفحہ:311

حضور ﷺ کی وصیت "میں اہل بیت کے بارے میں تمہیں اللہ کی یاد دلاتا ہوں" کو صحیح معنوں میں جناب صدیق اکبر نے سمجھا۔اسی لئے آپ خود بھی اہل بیت کی محبت میں زندگی بسر کرتے رہے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے رہے۔اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ کرام علیہم الرضوان اہلبیت کی شان کو چھپاتے نہ تھے بلکہ کھلم کھلا لوگوں کو اس کی دعوت دیتے تھے۔جناب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا یہ فرمان اس کی روشن دلیل ہے۔

اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یَا بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ! اِنِّیْ سَأَلْتُ اللّٰہَ فِیْکُمْ ثَلَاثاً، أَنْ یُثَبِّتَ قُلُوْبَکُمْ، أَنْ یُعَلِّمَ جَاھِلَکُمْ، وَیَھْدِیَ ضَالَّکُمْ، وَسَأَلْتُہُ أَنْ یَجْعَلَکُمْ جُوْدَاءَ، نُجَدَاءَ، رُحَمَاءَ. فَلَوْ اِنَّ رَجُلًا صَفَنَ بَیْنَ الرُّکْنِ وَالْمَقَامِ فَصَلّٰی وَ صَامَ ثُمَّ مَاتَ وَھُوَ مُبْغِضٌ لِاَھْلِ بَیْتِ مُحَمَّدٍ، دَخَلَ النَّارَ۔ (۱۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بنی عبدالمطلب! میں نے اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے تین چیزیں مانگی ہیں، تمہارے قدم ثابت رہیں، تمہارے جاہل لوگ عالم ہوں، اور تمہارے گمراہ لوگ ہدایت یافتہ ہوجائیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ تم لوگوں کو سخی، بہادر اور ایک دوسرے پر رحم کرنے والا بنادے۔ لہذا اب اگر کوئی آدمی رکن یمانی اور مقامِ ابراہیم کے درمیان کھڑا ہو اور نمازیں پڑھے اور روزے رکھے پھر اس حال میں مرجائے کہ میرے اہلبیت سے بغض رکھتا ہو تو وہ جہنم میں جائے گا۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: بُغْضُ بَنِیْ ھَاشِمٍ وَالْاَنْصَارِ کُفْرٌ، وَبُغْضُ الْعَرَبِ نِفَاقٌ۔ (۱۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بنی ہاشم اور انصار سے بغض رکھنا کفر اور عربوں سے بغض رکھنا منافقت ہے۔

(۱۱)......المعجم الکبیر للطبرانی، جلد: 11، صفحہ: 142، المستدرک للحاکم، جلد: 3، صفحہ: 161

(۱۲)......المعجم الکبیر للطبرانی، جلد: 11، صفحہ: 118، جامع الصغیر مع فیض القدیر، جلد: ۳، صفحہ: ۲۰۵، حدیث نمبر: ۳۱۵۵: اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بنو ہاشم کے ساتھ اس لئے بغض رکھنا کہ حضور ﷺ کے رشتہ دار

اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ اَبْغَضَنَا اَهْلَ الْبَیْتِ فَهُوَ مُنَافِقٌ۔(۱۳)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ہمارے اہلبیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔

اَلْحَدِیْثُ الرَّابِعُ عَشَرَ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یُبْغِضُنَا اَهْلَ الْبَیْتِ رَجُلٌ اِلَّا اَدْخَلَهُ اللّٰهُ النَّارَ ۔(۱۴)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہیں اور انصار سے اس لئے بغض رکھنا کہ انہوں نے بوقت ہجرت سید عالم ﷺ کی مدد کی تھی ، یہ کفر ہے۔ اور ان سے بغض ونفرت کا صدور صرف منافقت کی بنا پر ہی ہوتا ہے۔ چاہے وہ نفاق اعتقادی ہو یا عملی ہو جو ھوائے نفس یا شیطانی وسوسہ کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اس حدیث میں اور اس کے بعد والی تین احادیث میں اہل بیت سے بغض کی مذمت کی گئی ہے۔ ان سب کا یہی مفہوم ہے۔

عرب وہ لوگ ہیں جو دین کے ساتھ معروف ہیں اور لوگوں میں صاحب خیر اور دینی معاملات میں افضل ہیں۔ عرب ہی وہ لوگ ہیں جنہیں یہ شرف حاصل ہے کہ سید الانبیاء ﷺ عرب قوم میں مبعوث ہوئے۔ اور انہیں میں سیدنا ابوبکر صدیق اور عمر فاروق ہیں جو جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں اور انہیں میں حسنین کریمین علیہما السلام ہیں جو جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں ، انہیں کی نسبت سے عرب لوگوں کو شرف حاصل ہے۔ عربوں کے پہلے لوگ دین کی مدد ونصرت کی وجہ سے بھی صاحبان شرف ہیں اور بعد کے ان کی نسل ہونے کی وجہ سے قابل احترام ہیں اور یہ بات ثابت ہے کہ صالحین کی شرافت کا اثر ان کی نسلوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (خلاصہ ، فیض القدیر شرح جامع الصغیر ، جلد:۶ ، صفحہ:۲۰۵)

(۱۳)...... جواہر العقدین ، جلد:2 ، صفحہ:250 ، استجلاب ، صفحہ:۱۰۲ ، حدیث نمبر:۳۳۵

(۱۴)...... الصحیح لابن حبان مع الاحسان ، جلد:15 ، صفحہ:435 ، المستدرک للحاکم ، جلد:3 ، صفحہ:162

اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جو شخص ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے گا اللہ تعالیٰ اس کو ضرور جہنم میں داخل کرے گا۔

اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ عَشَرَ: عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا اَنَّہٗ قَالَ لِمُعَاوِیَۃَ بْنِ خُدَیْجٍ ، یَا مُعَاوِیَۃُ بْنُ خُدَیْجٍ ! اِیَّاکَ وَ بُغْضَنَا ، فَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: لَا یُبْغِضُنَا اَحَدٌ لَا یَحْسُدُنَا اَحَدٌ اِلَّا ذِیْدَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ عَنِ الْحَوْضِ بِسِیَاطٍ مِنْ نَارٍ . (۱۵)

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے معاویہ بن خدیج سے کہا اے معاویہ! ہمارے ساتھ بغض رکھنے سے بچ، بے شک رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی آدمی جو ہم سے بغض یا حسد رکھتا ہے تو اس کو آگ کے کوڑے کے ساتھ حوضِ کوثر سے دور دھکیلا جائے گا۔

اَلْحَدِیْثُ السَّادِسَ عَشَرَ: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ لَمْ یَعْرِفْ حَقَّ عِتْرَتِیْ وَالْاَنْصَارَ فَھُوَ لِاِحْدٰی ثَلَاثٍ : اِمَّا مُنَافِقٌ ، وَاِمَّا لِزِنْیَۃٍ ، وَاِمَّا لِغَیْرِ طُھُوْرٍ . یَعْنِیْ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ عَلٰی غَیْرِ طُھُوْرٍ۔(۱۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو میرے آل اور انصار کا حق نہیں پہچانتا وہ تین میں سے ایک ضرور ہوتا ہے۔ منافق، زنا کی اولاد یا اس کی ماں سے حیض کی حالت میں وطی کی گئی (اور پھر یہ آدمی پیدا ہوا)

اَلْحَدِیْثُ السَّابِعَ عَشَرَ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ: آخِرُ مَا تَکَلَّمَ بِہٖ

(۱۵)......المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:3، صفحہ:81، المعجم الاوسط، جلد:3، صفحہ:203

(۱۶)......الکامل لابن عدی ، جلد:3، صفحہ:1060، الشعب الایمان ، جلد:2، صفحہ:232، المسند الفردوس للدیلمی، جلد:3، صفحہ:662، جواہر العقدین، جلد:2، صفحہ:240

رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ "أَخْلِفُوْنِیْ فِیْ أَهْلِ بَیْتِیْ" (۱۷)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آخری بات جو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمائی یہ تھی کہ "میرے اہلبیت کے بارے میں میرے نائب بن کر رہنا"

اَلْحَدِیْثُ الثَّامِنَ عَشَرَ۔ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ : اِلْزَمُوْا مَوَدَّتَنَا أَهْلِ الْبَیْتِ ، فَإِنَّهُ مَنْ لَقِیَ اللّٰهَ وَهُوَ یَوَدُّنَا ، دَخَلَ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِنَا . وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَا یَنْفَعُ عَبْدًا عَمِلَ عَمَلَهٗ إِلَّا بِمَعْرِفَتِهٖ حَقَّنَا ۔(۱۸)

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہم اہلبیت کی محبت (خود پر) لازم کرلو، بے شک جو آدمی اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملا کہ وہ ہم سے محبت رکھتا تھا تو ہماری شفاعت کے سبب وہ جنت میں داخل ہوگا اور اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کسی آدمی کا عمل اس کو فائدہ نہیں دیتا جب تک وہ ہمارے حق کو نہ پہچانے۔

اَلْحَدِیْثُ التَّاسِعُ عَشَرَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فَسَمِعْتُهٗ وَهُوَ یَقُوْلُ : أَیُّهَا النَّاسُ! مَنْ أَبْغَضَنَا أَهْلَ الْبَیْتِ ، حَشَرَهُ اللّٰهُ تَعَالٰی یَوْمَ الْقِیَامَةِ یَهُوْدِیًّا ۔(۱۹)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہم سے خطبہ ارشاد فرمایا، پس میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا، اے لوگو! جس نے ہم اہلبیت سے بغض رکھا اللہ تعالیٰ اس کا حشر یہودیوں کے ساتھ کرے گا۔

(۱۷)......مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:257(163)

(۱۸)......المعجم الاوسط، جلد:3، صفحہ:122، حدیث نمبر:2251

(۱۹)......المعجم الاوسط، جلد:5، صفحہ:41

اَلْحَدِیْثُ الْعِشْرُوْنَ : عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ جَعْفَرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ : سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ یَقُوْلُ: یَا بَنِیْ هَاشِمٍ ! اِنِّیْ قَدْ سَأَلْتُ اللّٰهَ أَنْ یَّجْعَلَکُمْ نُجَدَاءَ رُحَمَاءَ . وَسَأَلْتُهُ أَنْ یَّهْدِیَ ضَالَّکُمْ وَ یُؤْمِنَ خَائِفَکُمْ وَ یُشْبِعَ جَائِعَکُمْ . وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ ، لَا یُؤْمِنُ أَحَدٌ حَتّٰی یُحِبَّکُمْ بِحُبِّیْ . أَتَرْجُوْنَ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِیْ ، وَلَا یَرْجُوْهَا بَنُوْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ .(۲۰)

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: اے بنی ہاشم! بے شک میں نے اللہ تعالٰی سے سوال کیا کہ تم کو بہادر اور ایک دوسرے کیلئے رحم دل بنا دے۔ اور میں نے اس سے سوال کیا ہے کہ تمہارے بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھائے، تمہارے خوف زدہ کو امن عطا فرمائے، اور تمہارے بھوکوں کو سیر کردے۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس وقت تک کوئی مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ میری محبت کی وجہ سے تم سے محبت نہ کرے، کیا تم میری شفاعت سے جنت میں داخل ہونے کے امیدوار ہو اور بنو عبدالمطلب اس کی امید نہیں رکھتے؟

اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الْاَکْوَعِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ السَّمَاءِ وَ اَهْلُ بَیْتِیْ اَمَانٌ لِاُمَّتِیْ .(۲۱)

(۲۰)......المعجم الاوسط للطبرانی، جلد:8، صفحہ:373

(۲۱)......المطالب العالیۃ لابن حجر، جلد:4، صفحہ:262، حدیث نمبر:3972، مختصر اتحاف السادۃ المھرۃ للبوصیری، جلد:5، صفحہ:210، حدیث نمبر:7536، نوادر الاصول للحکیم ترمذی، جلد:2، صفحہ:199، المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:7، صفحہ:22، حدیث نمبر:6260، المعرفۃ التاریخ، جلد:1، صفحہ:538، ذخائر العقبیٰ، صفحہ:49، کنز العمال، جلد:12، صفحہ:101، المسند للرویانی، جلد:2، صفحہ:253......

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
ستارے آسمان والوں کیلئے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کیلئے امان ہیں۔

حکیم ترمذی فرماتے ہیں: یہاں اہل بیت سے مراد وہ ہیں جو آپ ﷺ کے بعد آپ کے طریقے پر کاربند رہے اور یہ لوگ صدیقین اور ابدال ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ان سے تمام ذریت رسول مراد ہے تو اس کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ ان میں بعض محسن اور بعض مسیء ہیں تو کس طرح امت کیلئے امان ہو سکتے ہیں۔ ہاں کتاب اللہ کی حرمت کا خیال کرنے والے ضرور امان ہیں۔

علامہ عامری البغدادی فرماتے ہیں:

ایک قوم جسے آیات وسنن کی سمجھ نہیں آسکی اس طرف گئی ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد حضور ﷺ کے نسب والے ہیں اور کوئی نہیں۔ وہ سب کیسے امان ہو سکتے ہیں کہ ان میں بہت سے ایسے ہیں جن میں فساد پیدا ہو گیا اور کئی حدود اللہ سے متجاوز ہو گئے۔ اگر یہ کہا جائے کہ حضور انور ﷺ کی قرابت کی وجہ سے امان ہیں تو ہم عرض کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کی حرمت وعظمت تو بہت بلند ہے لیکن کتاب اللہ کی حرمت، ذریت کی حرمت سے زیادہ ہے اور مصطفیٰ کریم ﷺ کی حرمت نبوت ورسالت کی بنا پر ہے نہ کہ خاندان کی وجہ سے۔ لہذا یہاں اہل بیت سے مراد اہل تقویٰ ہیں اور انبیاء کرام کے پیروکار لوگ ہیں جو ان کے بعد ان کے طریقے پر رہے اور ان کی سنتوں کو محبوب رکھا جیسا کہ حدیث پاک میں " آلُ مُحَمَّدٍ كُلُّ تَقِيٍّ " ہر متقی حضور ﷺ کی آل ہے۔

علامہ سمہودی نے کہا:

یہاں یہ احتمال ہے کہ اہل بیت سے مراد ان کے علماء ہوں جن کی اقتداء کی جاتی ہے جس طرح کہ ستاروں کی اقتداء کی جاتی ہے کہ جب آسمان ان سے خالی ہوگا تو اہل زمین پر نشانیاں ظاہر ہوں گی جن کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے اور یہ امام مہدی علیہ السلام کی وفات کے وقت ہوگا کیونکہ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نزول اور دجال کا قتل انہیں کے زمانے میں ہوگا جیسا کہ احادیث میں آیا ہے۔ اور یہ احتمال

اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّیْ خَلَفْتُ فِیْكُمُ اثْنَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا اَبَدًا. كِتَابُ اللّٰهِ، وَ نَسَبِیْ. وَلَنْ یَّتَفَرَّقَا، حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ. (۲۲)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں تم ان دونوں (کو تھامنے) کے بعد ہرگز گمراہ نہیں ہوگے، ایک کتاب اللہ اور دوسرے میرے نسب والے (آل اولاد) اور یہ دونوں ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہونگے حتی کہ حوض پر مجھ سے آملیں۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنِّیْ مَقْبُوْضٌ، وَاِنِّیْ قَدْ تَرَكْتُ فِیْكُمُ الثَّقَلَیْنِ: كِتَابَ اللّٰهِ وَ اَهْلَ بَیْتِیْ. اِنَّكُمْ لَنْ تَضِلُّوْا بَعْدَهُمَا. (۲۳)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری روح قبض کی جا رہی ہے اور میں تم میں دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، کتاب اللہ اور میرے اہلبیت۔ ان کو تھامنے کے بعد تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔

بھی ہے کہ مطلقاً تمام اہلبیت مراد ہوں اور یہ سب سے ظاہر بات ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جب رسول کریم ﷺ کے سبب دنیا کو پیدا فرمایا تو ان کی خاطر اس دنیا کو دوام عطا فرمایا اور آپ ﷺ کے بعد آپ کے اہل بیت کی بدولت اس زمین کو دوام بخشا ہے۔ (ماحصل، فیض القدیر، جلد:٦، صفحہ:۲۹۷)

(۲۲)...... کشف الاستار، جلد:3، صفحہ:223، مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:163

(۲۳)...... کشف الاستار، جلد:3، صفحہ:221 اور اس میں ان الفاظ کا اضافہ ہے "اس وقت تک قیامت قائم نہیں ہوگی حتی کہ رسول کریم ﷺ کے اصحاب کو گمی ہوئی چیز کی طرح تلاش کیا جائے گا مگر نہیں ملیں گے۔ مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:163(257)

اَلْحَدِیْثُ الرَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ الزُّبَیْرِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا ، اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ ، مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَرَکَھَا غَرِقَ۔ (۲۴)

حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہوگیا نجات پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہوگیا۔

اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ مَثَلُ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ ، مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَرَکَھَا غَرِقَ۔ (۲۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہوگیا نجات پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہوگیا۔

اَلْحَدِیْثُ السَّادِسُ وَالْعِشْرُوْنَ : عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ، سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ فِیْ قَوْمِ نُوْحٍ . مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ . وَمَثَلُ حِطَّۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ۔(۲۶)

---

(۲۴)......کشف الاستار، جلد:3، صفحہ:222، مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:168

(۲۵)......کشف الاستار، جلد:3، صفحہ:222، مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:168، المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:3، صفحہ:46، حلیۃ الاولیاء، جلد:4، صفحہ: 306

(۲۶)...... المعجم الاوسط للطبرانی ، جلد:4، صفحہ: 283 وجلد: 6، صفحہ: 251، المعجم الصغیر، جلد:1، صفحہ:139، المستدرک للحاکم ، جلد:2، صفحہ:373، مختصر اتحاف الخیرۃ ، جلد:5، صفحہ:211، کشف الاستار، جلد:3، صفحہ:222 حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کا نام جندب بن جنادہ ہے کبار صحابہ

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہلبیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ اور ان کی مثال بنی اسرائیل کے "حطہ" کی طرح ہے۔

کرام میں سے ہیں۔ امام طیبی کہتے ہیں: ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت ابوذر فرماتے ہیں: جو مجھے پہچانتا ہے تو مجھے پہچانتا ہی ہے اور جو نہیں پہچانتا تو سن لے میں ابوذر ہوں میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: خبردار! میرے اہل بیت کی مثال سفینہ نوح کے جیسی ہے...... حضرت ابوذر کا اپنی پہچان کرانے کا مطلب یہ تھا کہ میں ابوذر ہوں جو سچائی اور ثقاہت میں مشہور ہوں۔ لہذا یہ حدیث صحیح ہے کسی کو رد کرنے کی جرأت نہیں ہے۔ حدیث پاک کا مفہوم یہ ہے: یہ دنیا کفر وضلالت، بدعات و جہالات اور ہوا و ہوس کا ایک بحر بے کنار ہے اور اس دنیاوی سمندر میں ایسی گہرائی اور گیرائی ہے کہ موج پر موج اور اس کے اوپر کالے بادلوں کا سایہ، اور گہرائی نے زمین کے اطراف و اکناف کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ ایسے گہرے سمندر سے خلاصی پانے اور صحیح وسلامت کنارے تک پہنچنے کیلئے ایک صحیح وسالم اور پختہ سفینے کی ضرورت ہے اور وہ سفینہ حضور ﷺ کی آل پاک سے محبت ہے۔ اور اس حدیث کا ایک دوسری حدیث پاک "کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں" کے ساتھ حسین پیرائے میں انضمام و امتزاج بیان فرماتے ہیں، علامہ رازی تفسیر کبیر میں فرماتے ہیں: الحمد للہ! ہم اہلسنت و جماعت محبت اہلبیت کے سفینے میں سوار ہیں اور (سمندری) راہنمائی کیلئے اصحاب رسول ﷺ ستاروں کی مانند موجود ہیں۔ لہذا ہم قیامت کی ہولناکیوں اور جہنم کے دبیز گڑھوں سے نجات پا جائیں گے۔ اور ہمیں ایسی ہدایت نصیب ہوئی ہے جو جنت میں بلند درجات کے حصول کا ذریعہ ہے۔ (امام رازی کا قول ختم ہوا۔) اس حدیث کی مزید وضاحت یہ ہے کہ جو اس سفینے میں سوار نہ ہوا جیسا کہ خارجی لوگ تو وہ بھی ہلاک ہونے والوں میں شامل ہیں اور جو سوار تو ہوئے لیکن صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جو کہ ستاروں کی مانند ہیں، سے راہنمائی نہ لی جیسا کی رافضی شیعہ، تو وہ بھی ضلالت و گمراہی کے ایسے اندھیروں کی نظر ہو گئے جہاں سے نکلنا مشکل تر ہے۔ (مفہوماً مرقاۃ المفاتیح، جلد: ۱۱، صفحہ: ۳۲۷)

اَلْحَدِیْثُ السَّابِعُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اِنَّمَا مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَمَثَلِ سَفِیْنَۃِ نُوْحٍ، مَنْ رَکِبَھَا نَجَا، وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا غَرِقَ. وَاِنَّمَا مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ فِیْکُمْ کَمَثَلِ حِطَّۃِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ، مَنْ دَخَلَہٗ غُفِرَ لَہٗ. (۲۷)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میرے اہلبیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے کہ جو اس میں سوار ہو گیا نجات پا گیا اور جس نے اسے چھوڑ دیا وہ غرق ہو گیا۔ اور میرے اہلبیت کی مثال بنی اسرائیل کے ''حطہ'' کی طرح ہے کہ جو اس میں داخل ہو گیا اس کی بخشش ہو گئی۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّامِنُ وَالْعِشْرُوْنَ: عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لِکُلِّ شَیْءٍ اَسَاسٌ، وَاَسَاسُ الْاِسْلَامِ حُبُّ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَحُبُّ اَھْلِ بَیْتِہٖ. (۲۸)

حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کی بنیاد ہوتی ہے اور اسلام کی بنیاد اصحابِ رسول ﷺ اور اہلبیتِ رسول ﷺ سے محبت کرنا ہے۔

(۲۷)......المعجم الاوسط، جلد:6، صفحہ:406، المعجم الصغیر، جلد:2، صفحہ:22 ''حطہ'' سے مراد یہ ہے کہ جب بنی اسرائیل کے لوگ بستی میں داخل ہونے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: داخل ہوتے ہوئے زبان سے ''حطہ'' کہو تو تمہارے سب گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ اسی طرح جو آدمی اہلبیت اطہار سے محبت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بھی معاف فرما دیتا ہے۔

(۲۸)......الدر المنثور، جلد:6، صفحہ:7...... کشف الخفاء، جلد:2، صفحہ:210

اَلْحَدِیْثُ التَّاسِعُ وَالْعِشْرُوْنَ : عَنْ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: کُلُّ بَنِی انثی فَاِنَّ عَصَبَتَھُمْ لِاَبِیْھِمْ ، مَا خَلَا وَلَدَ فَاطِمَۃَ ، فَاِنِّیْ عَصَبَتُھُمْ ، فَاَنَا اَبُوْھُمْ ۔(۲۹)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر بیٹا اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے سوائے سیدہ فاطمہ کے دو بیٹوں کے، کہ یہ میری طرف منسوب ہیں اور میں ان کا باپ ہوں۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّلَاثُوْنَ : عَنْ فَاطِمَۃَ الزَّھْرَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا ، قَالَتْ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : کُلُّ بَنِیْ اُمٍّ یَنْتَمُوْنَ اِلٰی عُصْبَتِھِمْ ، اِلَّا وَلَدَیْ فَاطِمَۃَ ، فَاَنَا وَلِیُّھُمَا وَ عَصَبَتُھُمَا . (۳۰)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کا بچہ اپنے عصبہ کی طرف منسوب ہوتا ہے سوائے فاطمہ کے دونوں بیٹوں کے، کہ میں ہی انکا عصبہ ہوں اور میں ہی ان کا ولی ہوں۔

اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لِکُلِّ بَنِی اُمٍّ عَصَبَۃٌ یَنْتَمُوْنَ اِلَیْھِمْ ، اِلَّا ابْنَیْ فَاطِمَۃَ ، فَاَنَا وَلِیُّھُمَا وَ عَصَبَتُھُمَا . (۳۱)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہر ماں کے

(۲۹)......المعجم الکبیر ،جلد:3،صفحہ:44،مجمع الزوائد،جلد:4،صفحہ:224

(۳۰)......المعجم الکبیر ،جلد:3،صفحہ:44......المسند لابی یعلی،جلد:6،صفحہ:161......تاریخ بغداد،جلد:11،صفحہ:285

(۳۱)......المستدرک للحاکم،جلد:3،صفحہ:179

بچے کا عصبہ ہوتا ہے جس کی طرف اس کی نسبت کی جاتی ہے، سوائے فاطمہ کے صاحبزادوں کے، کہ میں ان کا ولی ہوں اور میں ہی انکا عصبہ ہوں۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہُ سَمِعَ عُمَرَبْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ یَقُوْلُ لِلنَّاسِ، حِیْنَ تَزَوَّجَ بِنْتَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا: اَلَا تُھَنِّئُوْنِیْ! سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: یَنْقَطِعُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ کُلُّ سَبَبٍ وَنَسَبٍ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ. (۳۲)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب حضرت عمر نے حضرت علی کی بیٹی سے شادی کی تو میں نے ان کو فرماتے ہوئے سنا: اے لوگو! مجھے مبارکباد دو کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ قیامت کے روز ہر نسب وحسب منقطع ہو جائے گا سوائے میرے حسب ونسب کے۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: کُلُّ سَبَبٍ وَ نَسَبٍ مُنْقَطِعٌ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا سَبَبِیْ وَ نَسَبِیْ. (۳۳)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے حسب ونسب کے سوا سارے حسب ونسب منقطع ہو جائیں گے۔

اَلْحَدِیْثُ الرَّابِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ

(۳۲)......المعجم الاوسط، جلد:6، صفحہ:282السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:7، صفحہ:101وجلد:7، صفحہ:185، المعجم الکبیر، جلد:3، صفحہ:45، الذریۃ الطاہرہ، صفحہ:115 عن اسلم مولیٰ سیدنا عمر رضی اللہ عنہما

(۳۳)......(مجمع الزوائد، جلد:9، صفحہ:173، المعجم الکبیر، جلد:20، صفحہ:27، المعجم الاوسط، جلد:6، صفحہ:282، السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:7، صفحہ:102، 185

اللہِ ﷺ: كُلُّ نَسَبٍ وَ صَهَرٍ مُنْقَطِعٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ، اِلَّا نَسَبِىْ وَ صِهْرِىْ .(۳۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن ہر نسب اور رشتہ داری ٹوٹ جائے گی سوائے میرے نسب اور رشتہ داری کے۔

اَلْحَدِيْثُ الْخَامِسُ وَالثَّلاثُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَلنُّجُوْمُ اَمَانٌ لِاَهْلِ الْاَرْضِ مِنَ الْغَرَقِ ، وَاَهْلُ بَيْتِىْ اَمَانٌ لِاُمَّتِىْ مِنَ الْاِخْتِلَافِ ،فَاِذَا خَالَفَتْهَا قَبِيْلَةٌ مِنَ الْعَرَبِ اخْتَلَفُوْا ، فَصَارُوْا حِزْبَ اِبْلِيْسَ .(۳۵)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ستارے زمین والوں کیلئے غرق ہوجانے سے امان ہیں اور میرے اہلبیت میری امت کیلئے اختلاف سے امان ہیں۔ پس جب بھی عرب کے کسی قبیلے نے ان سے اختلاف کیا تو وہ شیطان کا گروہ بن گیا۔

اَلْحَدِيْثُ السَّادِسُ الثَّلاثُوْنَ : عَنْ اَنَسٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: وَعَدَنِىْ رَبِّىْ فِىْ اَهْلِ بَيْتِىْ ، مَنْ اَقَرَّ مِنْهُمْ بِالتَّوْحِيْدِ وَلِىْ بِالْبَلَاغِ اَنَّهُ لَا يُعَذِّبُهُمْ .(۳۶)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے رب نے میرے اہلبیت کے بارے میں مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ ان میں سے جس نے توحید کا اقرار کرلیا اور (احکامِ) رسالت کا وارث بن گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو عذاب نہیں دے گا۔

(۳۴)......المعجم الکبیر، جلد:3، صفحہ:45، الفوائد للرازی، جلد:2، صفحہ:233، السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:7، صفحہ:102 من حدیث المسور بن مخرمۃ رضی اللہ عنہ

(۳۵)......المستدرک للحاکم، جلد:3، صفحہ:162

(۳۶)......المستدرک للحاکم، جلد:3، صفحہ:163

اَلْحَدِیْثُ السَّابِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا فِیْ قَوْلِہٖ تَعَالٰی "وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی" قَالَ: مِنْ رَضَا مُحَمَّدٍ ﷺ اَنْ لَّا یُدْخِلَ اَحَدٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِہِ النَّارَ۔ (۳۷)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما، اللہ تعالیٰ کے فرمان" وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی "(آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ "حضرت محمد ﷺ کی رضا اس میں ہے کہ ان کے اہلبیت میں سے ایک شخص بھی جہنم میں نہ جائے۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّامِنُ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ فَاطِمَۃَ اَحْصَنَتْ فَرْجَھَا، فَحَرَّمَ اللّٰہُ ذُرِّیَّتَھَا عَلَی النَّارِ۔ (۳۸)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک فاطمہ نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی ذریت (اولاد) کو جہنم پر حرام کر دیا۔

اَلْحَدِیْثُ التَّاسِعُ وَالثَّلَاثُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِفَاطِمَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہَا: اِنَّ اللّٰہَ غَیْرُ مُعَذِّبِکِ وَلَا وَلَدِکِ۔ (۳۹)

(۳۷)...... جامع البیان لابن جریر، جلد:12، صفحہ:624، الدر المنثور، جلد:6، صفحہ:610، الجامع لاحکام القرآن للقرطبی، جلد:10، صفحہ:84، المسند الفردوس للدیلمی، جلد:2، صفحہ:310 پر حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب سے سوال کیا کہ میرے اہلبیت میں سے ایک بھی جہنم میں نہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ شان عطا فرمائی۔

(۳۸)...... کشف الاستار للہیثمی، جلد:3، صفحہ:235، المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:3، صفحہ:41، المطالب العالیۃ لابن حجر، جلد:4، صفحہ:285، الفوائد للرازی، جلد:1، صفحہ:154-155، مختصر اتحاف الخیرۃ، جلد:9، صفحہ:217، حلیۃ الاولیاء، جلد:4، صفحہ:188

(۳۹)...... المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:11، صفحہ:210

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ تجھے عذاب دے گا نہ تیری اولاد کو۔

اَلْحَدِیْثُ الْاَرْبَعُوْنَ: عَنْ جَابِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: یَا اَیُّھَا النَّاسُ! اِنِّیْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنْ اَخَذْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا: کِتَابُ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ۔(۴۰)

حضرت جابر ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمہارے پاس وہ کچھ چھوڑ کر جا رہا ہوں جسے تم پکڑ لو تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ کتاب اللہ اور میرے اہلبیت۔

اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ وَالْاَرْبَعُوْنَ: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: شَفَاعَتِیْ لِاُمَّتِیْ، مَنْ اَحَبَّ اَھْلَ بَیْتِیْ۔(۴۱)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفاعت میری امت کے ان افراد کیلئے ہے جو میرے اہلبیت سے محبت کریں۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالْاَرْبَعُوْنَ: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَوَّلُ مَنْ اَشْفَعُ لَہٗ مِنْ اُمَّتِیْ، اَھْلُ بَیْتِیْ۔(۴۲)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سب سے پہلے میں جس کی شفاعت کروں گا وہ میری اہلبیت ہیں۔

(۴۰)......الجامع الترمذی، جلد:5، صفحہ:621 اس کی مزید تخریج حدیث نمبر:8-7-6 کے تحت گزر چکی ہے۔

(۴۱)......تاریخ بغداد، جلد:2، صفحہ:146

(۴۲)......المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:12، صفحہ:321، مجمع الزوائد، جلد:1، صفحہ:380، الموضح للخطیب البغدادی، جلد:2، صفحہ:48، المسند الفردوس للدیلمی، جلد:1، صفحہ:23، الکامل لابن عدی، جلد:2، صفحہ:790

اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ وَالْاَرْبَعُوْنَ :عَنِ الْمُطَّلَبِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ حَنْطَبٍ ، عَنْ اَبِیْہِ قَالَ : خَطَبَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ بِالْجُحْفَۃِ ، فَقَالَ: أَلَسْتُ أَوْلٰی بِکُمْ مِنْ اَنْفُسِکُمْ ؟ قَالُوْا بَلٰی یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ ، قَالَ: فَاِنِّیْ سَائِلُکُمْ عَنِ اثْنَیْنِ ، عَنِ الْقُرْآنِ وَعِتْرَتِیْ ۔(۴۳)

مطلب بن عبداللہ بن حنطب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جحفہ کے مقام پر خطبہ ارشاد فرمایا، اسی دوران فرمایا: کیا میں تمہاری جانوں سے زیادہ تمہارا حقدار نہیں ہوں؟ صحابہ کرام نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ ﷺ !، فرمایا: میں تم سے دو چیزوں کا سوال کرتا ہوں، ایک قرآن اور دوسرے میرے اہلبیت ۔

اَلْحَدِیْثُ الرَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا ، قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: لَا تَزُوْلُ قَدَمَا عَبْدٍ حَتّٰی یَسْأَلَ اللّٰہُ عَنْ اَرْبَعٍ : عَنْ عُمْرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ ، وَعَنْ جَسَدِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ ، وَعَنْ مَالِہٖ فِیْمَا اَنْفَقَہُ وَمِنْ اَیْنَ اکْتَسَبَہُ ، وَعَنْ مَحَبَّتِنَا اَھْلِ الْبَیْتِ ۔(۴۴)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی شخص چلنے سے نہیں رکتا (یعنی اسے موت نہیں آتی) جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق

(۴۳)......مجمع الزوائد، جلد:5، صفحہ:195

(۴۴)......المعجم الکبیر، جلد: 11، صفحہ: 83، المعجم الاوسط ، جلد: 10، صفحہ: 185، مجمع الزوائد، جلد:10، صفحہ:346 پر یہ روایت حضرت ابو برزہ سے مروی ہے جس میں یہ اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عرض کیا گیا آپ سے محبت کی علامت کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے کندھے پر اپنا ہاتھ مارا (یعنی علی سے محبت کرنا ہماری محبت کی علامت ہے۔)

نہ پوچھ لیا جائے، ا۔تو نے اپنی عمر کہاں صرف کی۔۲۔تو نے اپنے جسم سے کیا کام لیا۔۳۔تو نے اپنا مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا۔۴۔اور چوتھا سوال ہم اہلبیت کی محبت کے متعلق کیا جائے گا۔

اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ وَالْاَرْبَعُوْنَ : عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ ،سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: اَوَّلُ مَنْ یَّرِدُ عَلَیَّ الْحَوْضَ ، اَھْلُ بَیْتِیْ ۔(۴۵)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ سب سے پہلے حوضِ کوثر پر میرے پاس میرے اہلبیت آئیں گے۔

اَلْحَدِیْثُ السَّادِسُ وَالْاَرْبَعُوْنَ: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَدِّبُوْا اَوْلَادَکُمْ عَلٰی ثَلَاثِ خِصَالٍ : حُبِّ نَبِیِّکُمْ ، وَحُبِّ اَھْلِ بَیْتِہٖ وَعَلٰی قِرَاءَۃِ الْقُرْآنِ . فَاِنَّ حَمَلَۃَ الْقُرْآنِ فِیْ ظِلِّ اللّٰہِ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّہٗ مَعَ اَنْبِیَائِہٖ وَ اَصْفِیَائِہٖ ۔(۴۶)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے اولاد کو تین چیزوں کی خاص تربیت دو، ا۔اپنے نبی سے محبت، ۲۔ نبی کے اہلبیت سے محبت، ۳۔اور قرآن مجید کی تلاوت کرنا، بے شک قرآن مجید پڑھنے والے قیامت کے روز اللہ کے انبیاء و اصفیاء کے ساتھ عرشِ الٰہی کے سائے میں ہونگے جس دن اس کے علاوہ کوئی سایہ نہیں ہوگا۔

اَلْحَدِیْثُ السَّابِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ:۔ عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَثْبَتُکُمْ عَلَی الصِّرَاطِ ، اَشَدُّکُمْ حُبًّا لِاَھْلِ بَیْتِیْ وَاَصْحَابِیْ ۔(۴۷)

(۴۵)......کنز العمال، جلد:12، صفحہ:100

(۴۶)......کنز العمال، جلد:16، صفحہ:456، کشف الخفاء، جلد:1، صفحہ:74

(۴۷)......الکامل لابن عدی، جلد:6، صفحہ:2304، کنز العمال، جلد:12، صفحہ:96

حضرت علی المرتضیٰ ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم میں سے صراط مستقیم پر ثابت قدم وہی ہوگا جو میرے اہلبیت اور صحابہ سے شدید محبت کرے گا۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّامِنُ وَالْاَرْبَعُوْنَ: عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اَرْبَعَةٌ اَنَا لَهُمْ شَفِیْعٌ یَوْمَ الْقِیَامَةِ : اَلْمُکْرِمُ لِذُرِّیَّتِیْ ، وَالْقَاضِیْ، لَهُمْ حَوَائِجَهُمْ ، اَلسَّاعِیْ لَهُمْ اُمُوْرَهُمْ عِنْدَ مَا اضْطَرُّوْا وَالْمُحِبُّ لَهُمْ بِقَلْبِهٖ وَلِسَانِهٖ ۔(۴۸)

حضرت علی ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چار لوگ ہیں قیامت کے روز میں ان کا شفیع ہونگا ۔۱، میرے اہلبیت کی عزت کرنے والا ۔۲، ان کی حاجات کو پورا کرنے والے ۔۳، ان کی مشکلات کے حل کیلئے کوشش کرنے والے ۔۴، دل اور زبان کے ساتھ ان سے محبت کرنے والے۔

اَلْحَدِیْثُ التَّاسِعُ وَالْاَرْبَعُوْنَ: عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰی مَنْ آذَانِیْ فِیْ عِتْرَتِیْ ۔(۴۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے اہلبیت کے بارے میں مجھے اذیت دی، اس پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہوگا۔

اَلْحَدِیْثُ الْخَمْسُوْنَ : عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : اِنَّ اللّٰهَ یُبْغِضُ الْاٰکِلَ فَوْقَ شَبْعَةٍ ، وَالْغَافِلَ عَنْ طَاعَةِ رَبِّهٖ ، وَالتَّارِکَ لِسُنَّةِ نَبِیِّهٖ ، وَالْمُخْفِرَ ذِمَّتَهٗ ، وَالْمُبْغِضَ عِتْرَةَ نَبِیِّهٖ وَالْمُؤْذِیْ جِیْرَانِهٖ ۔(۵۰)

(۴۸)...... ذخائر العقبیٰ ،صفحہ:50، کنز العمال، جلد:12، صفحہ:100، اتحاف السادۃ المتقین ،جلد:8، صفحہ:73، جواہر العقدین، جلد:2، صفحہ:283

(۴۹)...... کنز العمال، جلد:12، صفحہ:93، ذخائر العقبیٰ ،صفحہ:83 عن علی رضی اللہ عنہ

(۵۰)...... کنز العمال، جلد:16، صفحہ:87

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ ان لوگوں پر غضب ناک ہوتا ہے۔۱، بھوک سے زیادہ کھانے والا۔۲، اپنے رب کی اطاعت سے غافل رہنے والا۔۳، اپنے نبی کے طریقے کو ترک کردینے والا۔۴، اپنے ذمہ کی خلاف ورزی کرنے والا۔۵، اپنے نبی کے اہلبیت سے بغض رکھنے والا۔۶، اپنے پڑوسی کو تکلیف دینے والا۔

اَلْحَدِیْثُ الْحَادِیْ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اَھْلُ بَیْتِیْ وَالْاَنْصَارُ کَرِشِیْ ، عَیْبَتِیْ ، صَحَابِیْ وَمَوْضَعُ مَسَرَّتِیْ ، اَمَانَتِیْ . فَاقْبِلُوْا مِنْ مُحْسِنِھِمْ وَ تَجَاوَزُوْا عَنْ مُسِیْئِھِمْ ۔(۵۱)

حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے اہلبیت اور انصار، میری جماعت ہیں اور میرا جامہ دان، میرے صحابہ اور میری خوشی اور امان کی جگہ ہیں۔ پس تم ان کے نیکوکاروں کو قبول کرو اور ان کے بروں سے درگزر کرو۔

اَلْحَدِیْثُ الثَّانِیْ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ اَوْلٰی رَجُلًا مِنْ بَنِیْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ مَعْرُوْفًا فِی الدُّنْیَا، فَلَمْ یَقْدِرِ الْمُطَّلِبِیُّ عَلٰی مُکَافَاتِہٖ، فَاَنَا اُکَافِئُہٗ عَنْہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔(۵۲)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے بنو عبد المطلب کے ساتھ دنیا میں کوئی بھلائی کی اور وہ اس کا بدلہ نہ دے سکے تو میں قیامت کے روز اس کا بدلہ دوں گا۔

(۵۱)......المسند الفردوس، جلد:1، صفحہ:407، الجامع للترمذی، جلد:5، صفحہ:671 باختلاف الفاظ

(۵۲)......حلیۃ الاولیاء، جلد:10، صفحہ:366

اَلْحَدِیْثُ الثَّالِثُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ صَنَعَ صَنِیْعَۃً اِلٰی اَحَدٍ مِنْ خَلَفِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ فِی الدُّنْیَا ، فَعَلَیَّ مُکَافَاتُہٗ اِذَا لَقِیَنِیْ ۔(۵۳)

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے عبدالمطلب کی اولاد میں سے کسی کے ساتھ دنیا میں بھلائی کی تو جب وہ آدمی (قیامت کے روز) مجھ سے ملے گا تو اس کا بدلہ دینا مجھ پر لازم ہے۔

اَلْحَدِیْثُ الرَّابِعُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : مَنْ صَنَعَ اِلٰی اَحَدٍ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ یَدًا ، کَافَاْتُہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ ۔(۵۴)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے میرے اہلبیت میں سے کسی پر احسان کیا تو قیامت کے روز میں اس احسان کا بدلہ دوں گا۔

اَلْحَدِیْثُ الْخَامِسُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ : اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ مَا اِنْ تَمَسَّکْتُمْ بِہٖ لَنْ تَضِلُّوْا: کِتَابُ اللّٰہِ سَبَبٌ طَرَفُہٗ بِیَدِ اللّٰہِ ، وَ طَرَفُہٗ بِاَیْدِیْکُمْ ، وَعِتْرَتِیْ اَھْلُ بَیْتِیْ ، وَاَنَّھُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا ، حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ .(۵۵)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں وہ چیز

(۵۳)......تاریخ بغداد، جلد:10، صفحہ:103، المعجم الاوسط، جلد:2، صفحہ:265

(۵۴)......کنزالعمال، جلد:12، صفحہ:95

(۵۵)......کتاب السنۃ لابن ابی عاصم، جلد:2، صفحہ:630، المعرفۃ والتاریخ، جلد:1، صفحہ:1537، المعجم الاوسط، جلد:4، صفحہ:262، المسند للامام احمد، جلد:3، صفحہ:388

چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کو تھامنے سے تم ہرگز گمراہ نہیں ہوگے۔ ایک کتاب اللہ جو اللہ کی رسی ہے جس کا ایک سرا اللہ تعالیٰ کے دستِ قدرت میں ہے اور دوسرا تمہارے ہاتھوں میں، اور دوسری چیز میرے اہلبیت ہیں یہ دونوں کبھی بھی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے حتی کہ حوضِ کوثر پر مجھے آملیں۔

اَلْحَدِیْثُ السَّادِسُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ ﷺ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ : اِنِّیْ تَارِکٌ فِیْکُمْ خَلِیْفَتَیْنِ : کِتَابَ اللّٰهِ حَبْلٌ مَمْدُوْدٌ مَا بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ، وَعِتْرَتِیْ اَهْلُ بَیْتِیْ وَ اِنَّهُمَا لَنْ یَّتَفَرَّقَا ، حَتّٰی یَرِدَا عَلَیَّ الْحَوْضَ ۔(۵۶)

حضرت زید بن ثابت ﷺ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں تم میں دو خلفاء چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ اللہ کی کتاب جو آسمان اور زمین کے مابین ایک رسی ہے۔ اور میرے اہلبیت، اور یہ دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہونگے حتیٰ کہ حوض پر میرے پاس لوٹ آئیں۔

اَلْحَدِیْثُ السَّابِعُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ عَائِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا مَرْفُوْعًا: سِتَّةٌ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ ، وَکُلُّ نَبِیٍّ مُجَابٌ : اَلزَّائِدُ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ ، وَالْمُکَذِّبُ بِقَدَرِ اللّٰهِ ، اَلْمُتَسَلِّطُ بِالْجَبَرُوْتِ ، فَیُعِزُّ بِذَالِکَ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ ، وَیُذِلُّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ ، وَالْمُسْتَحِلُّ لِحَرَمِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِیْ مَا حَرَمَ اللّٰهُ وَالتَّارِکُ لِسُنَّتِیْ ۔(۵۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ آدمی

(۵۶)......المسند للامام احمد، جلد:6، صفحہ:232، المعجم الکبیر، جلد:5، صفحہ:154

(۵۷)......الجامع للترمذی، جلد:4، صفحہ:397، المستدرک للحاکم، جلد: 1، صفحہ: 91 و جلد:2، صفحہ: 571 و جلد:4، صفحہ:101

ہیں جن پر اللہ اور ہر نبی نے لعنت کی ہے۔ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ زبردستی مسلط ہونے والا جو ایسے بندے کو عزت دے جسے اللہ نے ذلیل کیا اور ایسے کو ذلیل کرے جس کو اللہ نے عزت عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں کو حلال کرنے والا۔ میرے اہلبیت کے متعلق جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اس کو حلال کرنے والا۔ میری سنت کو ترک کردینے والا۔

اَلْحَدِيْثُ الثَّامِنُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : سِتَّةٌ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ وَ كُلُّ نَبِيٍّ مُجَابٍ : اَلزَّائِدُ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ ، وَالْمُكَذِّبُ بِقَدْرِ اللّٰهِ ، وَالرَّاغِبُ عَنْ سُنَّتِيْ اِلَى بِدْعَةٍ ، وَالْمُسْتَحِلُّ مِنْ عِتْرَتِيْ مَا حَرَمَ اللّٰهُ ، وَالْمُتَسَلِّطُ عَلَى اُمَّتِيْ بِالْجَبَرُوْتِ ، لِيُعِزَّ مَنْ اَذَلَّ اللّٰهُ ، وَيُذِلُّ مَنْ اَعَزَّ اللّٰهُ ، اَلْمُرْتَدُّ اِعْرَابِيًا بَعْدَ هِجْرَتِهِ ۔(۵۸)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: چھ آدمی ہیں جن پر اللہ نے اور ہر مقبول نبی نے لعنت کی ہے۔ کتاب اللہ میں زیادتی کرنے والا۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو جھٹلانے والا۔ میری سنت کو ترک کر کے بدعت کو اختیار کر لینے والا۔ میرے اہلبیت کے متعلق جو چیز اللہ نے حرام کی ہے اس کو حلال کرنے والا۔ زبردستی مسلط ہونے والا تاکہ ایسے بندے کو عزت دے جسے اللہ نے ذلیل کیا اور ایسے کو ذلیل کرے جس کو اللہ نے عزت عطا فرمائی۔ ہجرت کے بعد مرتد ہو جانے والا۔

اَلْحَدِيْثُ التَّاسِعُ وَالْخَمْسُوْنَ : عَنْ اَبِيْ سَعِيْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

(۵۸)...... المسند الفردوس، جلد:2، صفحہ:332 پر ستۃ یعنی چھ کی بجائے سبعۃ یعنی سات ہے۔ اسی طرح درج ذیل کتابوں میں مذکور ہے۔ المستدرک، جلد:2، صفحہ:573، المعجم الکبیر، جلد:17، صفحہ:43

ﷺ: ثَلَاثٌ مَنْ حَفِظَهُنَّ حَفِظَ اللّٰهُ لَهُ دِيْنَهُ وَدُنْيَاهُ ، وَمَنْ ضَيَّعَهُنَّ لَمْ يَحْفَظِ اللّٰهُ لَهُ شَيْئًا : حُرْمَةُ الْإِسْلَامِ ، وَحُرْمَتِيْ وَ حُرْمَةُ رَحْمِيْ ۔(۵۹)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تین چیزیں ہیں جس نے ان کی حفاظت کی اللہ تعالیٰ اس کے دین اور دنیا کی حفاظت فرمائے گا اور جس نے ان کو ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ اس کی کسی چیز کی حفاظت نہیں فرمائے گا۔ اسلام کی عزت۔ میری عزت۔ میرے رشتہ داروں کی عزت۔

اَلْحَدِيْثُ السِّتُّوْنَ : عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ ،قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ : خَيْرُ النَّاسِ الْعَرَبُ ، وَخَيْرُ الْعَرَبِ قُرَيْشٌ ، وَ خَيْرُ قُرَيْشٍ بَنُوْ هَاشِمٍ ۔(۶۰)

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: سارے لوگوں سے عرب بہتر ہیں، اور سارے عربوں سے قریش اور قریشیوں سے بنو ہاشم (یعنی نبی کریم ﷺ کے خاندان کے لوگ) بہتر ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

(۵۹)......المعجم الکبیر، جلد:3، صفحہ:126، المعجم الاوسط، جلد:1، صفحہ:162

(۶۰)......المسند الفردوس، جلد:2، صفحہ:178

الثغور الباسمة

فی مناقب

سیدتنا فاطمة

رضی اللہ عنہا

تصنیف : عمدۃ المحققین امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم : ابوالعون مفتی محمد عرفان قادری

مدیر ماہنامہ بہار اسلام لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِهِ الْکَرِیْمِ

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شادی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے کی، تو ایک اوڑھنی، ایک چمڑے کا بنا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، دو چکی کے پاٹ، ایک مشکیزہ، اور دو پیالے دے کر رخصت فرمایا۔

ایک دن حضرت علی نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا:

کھجوروں کو سیراب کر کر کے (یعنی محنت مزدوری کرنے سے) میرے سینے میں درد ہونے لگی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے والد گرامی کے پاس کچھ قیدی لایا ہے، آپ جائیے اور نبی کریم ﷺ سے ایک خادم کا سوال کریں۔ سیدہ فاطمہ نے فرمایا: ہاں، اللہ کی قسم! چکی پیس پیس کر میرے بھی ہاتھوں میں ورم پڑھ گئے ہیں۔ پھر وہ نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا: کیا حاجت ہے پیاری بیٹی؟ عرض کیا: سلام کرنے حاضر ہوئی ہوں، اور سوال کرنے سے آپ کو حیاء آ گئی اور آپ واپس لوٹ آئیں۔ حضرت علی نے پوچھا تو فرمایا: مجھے سوال کرتے ہوئے شرم آ رہی تھی، اس لئے میں واپس لوٹ آئی۔

پھر آپ دونوں میاں بیوی اکٹھے ہو کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضرت علی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ درختوں کو پانی دے دے کر میرے سینے میں درد ہونے لگتی ہے اور حضرت فاطمہ نے عرض کیا: چکی چلا چلا کر میرے ہاتھ سوج جاتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو غلام اور وسعت عطا فرمائی ہے لہذا آپ ہمیں کوئی خادم عنایت فرما دیجئے۔

اس پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

واللہ! میں تمہیں نہیں دے سکتا، اور کیا میں اہل صفہ کو چھوڑ دوں جن کے پیٹ بھوک کی وجہ سے جڑ چکے ہیں اور میرے پاس کوئی چیز نہیں جو میں ان پر خرچ کرسکوں۔ لیکن میں ان (غلاموں) کو بیچ کر ان کی قیمت اہل صفہ پر خرچ کرنا چاہتا ہوں۔

یہ سن کر دونوں واپس لوٹ گئے۔ پھر نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لائے اور وہ اپنے بستر میں جا چھپے تھے۔ اور بستر (چادر) بھی ایسا کہ سر ڈھانپو تو پاؤں ظاہر ہو جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ظاہر ہو جاتا، انہوں نے حضور ﷺ کو آتا دیکھا تو اٹھ بیٹھے، فرمایا: بیٹھے رہو۔ پھر فرمایا:

کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز کی خبر نہ دوں جو تم مجھ سے مانگنے آئے تھے؟ عرض کیا: کیوں نہیں؟ فرمایا: یہ چند کلمات ہیں جو حضرت جبرئیل نے مجھے سکھلائے ہیں۔ تم دونوں ہر نماز کے اختتام پر دس مرتبہ ''سبحان اللہ'' دس مرتبہ ''الحمد للہ'' اور دس بار ''اللہ اکبر'' پڑھا کرو۔ اور جب اپنے بستر پر آؤ تو تینتیس ۳۳ بار ''سبحان اللہ'' ۳۳ بار ''الحمد للہ'' اور ۳۴ بار ''اللہ اکبر'' پڑھا کرو۔

حضرت علی فرماتے ہیں:

اللہ کی قسم! جب سے حضور ﷺ نے یہ کلمات سکھائے ہیں، میں نے کبھی بھی ان کو ترک نہیں کیا۔ ابن الکوا نے ان سے پوچھا: جنگ صفین کی شب بھی آپ نے ان کو نہیں چھوڑا؟ فرمایا: ہاں اس رات بھی ان کو نہیں چھوڑا تھا۔

یہ مشہور حدیث صحیح ہے، ائمہ صحاح ستہ اور ان کے علاوہ دیگر محدثین نے مختلف الفاظ کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔ بعض نے طوالت کے ساتھ اور بعض نے اختصار کے

ساتھ۔امام بخاری نے کتاب الخمس (۱) میں بدل بن المحبر سے، باب فضل علی (۲) میں محمد بن بشار کے طریق سے، کتاب النفقات (۳) میں مسدد کے طریق سے اور کتاب الدعوات (۴) میں سلمان بن حرب کے طریق سے روایت کیا ہے۔(۵)

امام مسلم نے کتاب الدعوات (۶) میں محمد بن مثنیٰ اور محمد بن بشار کے طریق سے روایت کیا ہے۔ابوداؤد نے کتاب الادب (۷) میں مسدد بن یحییٰ کے طریق سے روایت ہے۔ امام نسائی نے قتیبہ (۸) سے روایت کیا ہے۔امام ترمذی نے کتاب الدعوات (۹) میں، ابن ماجہ نے کتاب الزہد (۱۰) میں روایت کیا ہے۔امام طبری نے ''تہذیب الآثار'' میں اور مطین نے ''مسند علی'' میں روایت کیا ہے۔(۱۱) ابن حبان نے صحیح میں (۱۲) جعفر الفریابی نے ''الذکر'' میں

(۱)......صحیح بخاری ، کتاب فرض الخمس ، حدیث نمبر:۲۹۴۵

(۲)......صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب فضل علی رضی اللہ عنہ: حدیث نمبر:۳۵۰۲

(۳)......صحیح بخاری، کتاب النفقات، حدیث نمبر:۵۰۴۶

(۴)......صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب التکبیر والتسبیح عند المنام، حدیث نمبر:۵۹۵۹

(۵)......مسند احمد، کتاب مسند العشرۃ المبشرین بالجنۃ، حدیث نمبر:۸۴۰

(۶)......صحیح مسلم کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، حدیث نمبر:۲۷۲۷

(۷)......سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب فی التسبیح عن النوم، حدیث نمبر:۵۰۶۳

(۸)......السنن الکبریٰ، کتاب عمل الیوم واللیلۃ، حدیث نمبر:۱۰۶۵۰

(۹)......سنن ترمذی، کتاب الدعوات، حدیث نمبر:۳۴۰۸

(۱۰)......سنن ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ضجاع ال محمد ﷺ، حدیث نمبر:۴۱۶۲

(۱۱)......فتح الباری، جلد:۱۱، صفحہ:۱۲۲

(۱۲)......صحیح ابن حبان، کتاب الزینۃ والتطییب، باب آداب النوم، حدیث نمبر:۵۵۲۴

(۱۳) اور قاضی یوسف نے ''الذکر'' میں (۱۴) اور امام دارقطنی نے ''العلل'' میں (۱۵) امام بیہقی نے (۱۶) اور امام بزار نے بھی روایت کیا ہے۔ (۱۷) امام عبدالرزاق نے بھی اس کو ''المصنف'' میں روایت کیا ہے۔ (۱۸)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی شادی کے بارے میں احادیث

ابن مندہ نے ''المعرفۃ'' میں کہا ہے:

حضرت علی نے ہجرت نبوی کے ایک سال بعد مدینہ منورہ میں سیدہ فاطمہ سے نکاح کیا اور اس کے تقریباً ایک سال بعد ان کو رخصت کر کے اپنے گھر لے آئے۔ (۱۹) سیدہ فاطمہ کے ہاں حسن، حسین، محسن (۲۰) تاریخ نگاروں نے ذکر کیا ہے کہ حضرت محسن کا انتقال

(۱۳)......فتح الباری، جلد:۱۱، صفحہ:۱۲۲ (۱۴)......فتح الباری، جلد:۱۱، صفحہ:۱۲۳

(۱۵)......العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ، جلد:۳، صفحہ:۲۸۳

(۱۶)......السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:۷، صفحہ:۲۹۳

(۱۷)......مسند البزار، جلد:۲، صفحہ:۲۱۷ (۱۸)......المصنف، حدیث نمبر:۱۹۸۲۸

(۱۹)......بنی بها: یعنی شادی کے بعد بیوی کو گھر لے جانا اور اس کے ساتھ ہمبستری کرنا۔ عرب کے لوگ کہتے ہیں ''بنی علیها بنٰی بناءً'' جب عورت کے لئے کوئی خیمہ لگایا جائے اور اس میں ہمبستری کی جائے۔ پھر یہ لفظ مطلقاً زفاف (ہمبستر ہونے) کے معنی میں استعمال ہونے لگا چاہے خیمہ لگایا جائے یا نہ۔ (طلبۃ الطلبۃ فی الاصطلاحات الفقہیۃ للنسفی، صفحہ:۱۱۷)

(۲۰)......محسن: محسن کا تفصیلی ذکر کسی کتب سیرت وتراجم میں نہیں ہے۔ صرف سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی اولاد کے ضمن میں محسن کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت ہانی بن ہانی کی روایت میں حضرت محسن کا ذکر ملتا ہے، آپ نے حضرت علی سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

جب حضرت حسن پیدا ہوئے تو میں نے ان کا نام ''حرب'' رکھا، پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے،

ام کلثوم کبریٰ اور زینب کبریٰ رضی اللہ عنہم کی ولادت ہوئی۔

طبقات ابن سعد میں سند مرسل کے ساتھ روایت ہے:

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کے مدینہ تشریف لانے کے تقریباً پانچ ماہ بعد رجب کے مہینے میں سیدہ فاطمہ سے نکاح کیا۔ اور غزوہ بدر سے لوٹنے کے بعد ان کو رخصت کروا کر گھر لے گئے۔ جب حضرت فاطمہ کی رخصتی ہوئی تب آپ کی عمر ۱۸ سال تھی۔ (۲۱)

اور فرمایا: میرے بیٹا مجھے دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کی، حرب۔ فرمایا: نہیں یہ تو حسن ہے۔ پھر جب حضرت حسین کی ولادت ہوئی تو میں نے ان کا نام حرب رکھا، پھر جب نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو فرمایا میرا بیٹا مجھے دکھاؤ تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے عرض کی، حرب۔ فرمایا: نہیں یہ تو حسین ہے۔ اور پھر جب تیسرے بیٹے کی ولادت ہوئی تو میں نے اس کا نام حرب رکھا۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور فرمایا: میرا بیٹا مجھے دکھاؤ، تم نے اس کا نام کیا رکھا ہے؟ میں نے بتایا حرب۔ فرمایا، نہیں یہ محسن ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے ان کے نام حضرت ہارون علیہ السلام کے بیٹوں کے ناموں پر رکھے ہیں، ان کے نام "شبر، شبیر اور مشبر" ہیں۔ (مسند احمد، حدیث نمبر: ۷۶۹، صحیح ابن حبان، حدیث نمبر: ۶۹۵۸، المستدرک للحاکم، جلد: ۳، صفحہ: ۱۵۶، علامہ ابن حجر نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ الاصابۃ، جلد: ۶، صفحہ: ۲۴۳)

مُحَسِّن: میم کے ضمہ اور سین کی تشدید کے ساتھ ہے۔ لسان العرب میں ہے کہ "شبر، شبیر اور مشبر کا معنی "حسن، حسین اور محسن" ہے۔ (اللسان، جلد: ۴، صفحہ: ۳۹۳) مسنی میں ہو گیا تھا۔ (البدایۃ والنہایۃ، جلد: ۷، صفحہ: ۳۳۲، التبیین فی انساب القرشیین لابن قدامہ، صفحہ: ۱۳۳، الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، جلد: ۶، صفحہ: ۲۴۳) اس حدیث صحیح سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محسن کی ولادت نبی کریم ﷺ کے عہد میں ہوئی۔ اس ان لوگوں کی غلط گمانیاں باطل ہو جاتی ہیں جو جھوٹی روایات کا سہارا لے کر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ٹھوکر مار کر سیدہ فاطمہ کا حمل ضائع کر دیا تھا جب حضرت محسن کی ولادت ہونے والی تھی۔

(۲۱) ......طبقات ابن سعد، جلد: ۸، صفحہ: ۲۲، حلیۃ الاولیاء، جلد: ۲، صفحہ: ۳۹۔۴۳، سیر اعلام النبلاء، جلد: ۲، صفحہ: ۱۱۹۔ علامہ ابن کثیر البدایہ والنہایہ (جلد: ۷، صفحہ: ۳۳۲) میں فرماتے ہیں: پہلی زوجہ جن سے سیدنا علی

دیگر مؤرخین کا کہنا ہے:

حضرت علی نے واقعہ احد کے بعد سیدہ فاطمہ سے نکاح کیا، تب ان کی عمر ساڑھے پندرہ سال تھی۔ (۲۲)

امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے، المرتضیٰ ﷺ نے شادی کی، وہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ہیں۔ واقعہ بدر کے بعد ان سے شب زفاف منائی اور سیدہ فاطمہ کے ہاں سیدنا امام حسن اور امام حسین پیدا ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ محسن بھی پیدا ہوئے اور اس کی وفات بچپن میں ہی ہو گئی تھی۔ اور اس کے علاوہ سیدہ فاطمہ کے ہاں سیدہ زینب الکبریٰ اور سیدہ ام کلثوم کی ولادت ہوئی، یہ وہی ام کلثوم ہیں جن کے ساتھ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا۔ حضرت فاطمہ کی حیات مبارکہ میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے کسی اور خاتون سے شادی نہیں کی، حتیٰ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد سیدہ فاطمہ کی وفات ہوگئی۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت علی نے متعدد خواتین سے شادیاں کیں، ان میں سے بعض آپ کی حیات میں ہی وفات پا گئیں اور بعض کو آپ نے طلاق دے دی۔

(۲۲)......اس کو علامہ ابن عبد البر نے الاستیعاب جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۳ پر بیان کیا ہے۔ سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۱۹، فتح الباری، جلد:۶، صفحہ:۱۹۹، عمدۃ القاری للعینی، جلد:۳، صفحہ:۱۷۴۔ حافظ ابن حجر فرماتے ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سیدہ فاطمہ کے ساتھ شب زفاف بسر کرنے کے وقت میں اختلاف ہے۔ اور یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ واقعہ بدر کے بعد رخصتی ہوئی۔ ہو سکتا ہے کہ دو ہجری ماہ شوال میں رخصتی ہوئی ہو اور واقعہ بدر ماہ رمضان میں وقوع پذیر ہوا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت علی نے سیدہ فاطمہ سے ہجرت کے پہلے سال میں شادی کی۔ ہو سکتا اس کے قائل کی مراد نکاح ہو۔ امام ابن جوزی نے نقل کیا ہے کہ دو ہجری ماہ صفر میں شادی ہوئی اور ایک قول کے مطابق رجب میں اور ایک قول کے مطابق ذوالحجہ میں ہوئی۔ میں (علامہ ابن حجر) کہتا ہوں: یہ آخری قول اس بات کے مشابہ ہے کہ اسے دخول کے مہینے پر محمول کیا جائے۔ اور کہا گیا ہے کہ رخصتی ہجرت کے تیسرے سال تک مؤخر کی گئی۔ اور آپ نے واقعہ بدر کے بعد شب زفاف بسر کی۔ اس کو علامہ ابن عبد البر نے حکایت کیا ہے۔

آپ فرماتے ہیں:

رسول کریم ﷺ کے پاس سیدہ فاطمہ کیلئے نکاح کا پیغام آیا ہوا تھا۔ مجھے میری ایک باندی نے کہا: کیا آپ کو علم ہے کہ سیدہ فاطمہ کا رشتہ آیا ہوا ہے؟ میں نے کہا: نہیں۔ اس نے کہا، ہاں ان کا رشتہ آیا ہے، آپ کو رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے سے کس چیز نے روک رکھا ہے کہ حضور ﷺ ان کا نکاح آپ کے ساتھ فرمادیں۔ میں نے کہا: میری پاس کیا ہے جس کے بدلے میں ان سے شادی کروں؟ اس نے کہا: بے شک اگر آپ حضور ﷺ کے پاس جائیں تو وہ آپ کی شادی کروادیں گے۔ واللہ وہ مجھے امید بندھاتی رہی حتی کہ میں رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کے چہرے پر جلال و ہیبت تھی کہ جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا تو میری زبان گنگ ہو گئی اور میں کوئی بات نہ کر سکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیسے آنا ہوا، کیا کوئی حاجت ہے؟ میں خاموش رہا۔ آپ ﷺ نے دوبارہ ارشاد فرمایا: کیسے آنا ہوا، کیا کوئی حاجت ہے؟ میں پھر خاموش رہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: شاید تم فاطمہ کیلئے نکاح کا پیغام لے کر آئے ہو؟ میں نے عرض کیا جی حضور! فرمایا: تمہارے پاس کوئی چیز ہے جو تم مہر کے طور پر دے سکو؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ واللہ کچھ نہیں ہے۔ فرمایا: وہ ذرہ کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟ (حضرت علی فرماتے ہیں) اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں علی کی جان ہے وہ زرہ تو حطمی تھی اس کی قیمت چار درہم سے زیادہ نہ تھی۔ میں نے عرض کیا حضور میرے پاس ہے۔ فرمایا: میں نے تمہارا نکاح کر دیا، جاؤ اس کو لے کر آؤ اور فاطمہ کا مہر مقرر کرو۔ تو وہ زرہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کا مہر مقرر ہوئی۔ (۲۳)

(۲۳)......دلائل النبوۃ، جلد: ۳، صفحہ: ۱۶۰

امام بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت بریدہ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:
چند لوگوں نے حضرت علی سے کہا: کاش آپ سیدہ فاطمہ بنت رسول ﷺ کیلئے رشتہ ڈالتے۔ پھر حضرت علی نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے پوچھا کیا بات ہے؟ (حضرت علی فرماتے ہیں) میں نے حضرت فاطمہ کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''مرحبا و اہلا'' (خوش آمدید) اوران دو لفظوں سے زیادہ کوئی بات ارشاد نہ فرمائی۔ پھر حضرت علی وہاں سے اپنے ساتھیوں کے چلے آئے جوان کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے پوچھا کیا بات ہوئی؟ آپ نے جواباً فرمایا: میں اس کے علاوہ کچھ نہیں جانتا کہ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''مرحبا واہلا'' آپ کے ساتھیوں نے کہا: تیرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے ''اہل'' اور ''مرحبا'' (خوش آمدید) کا پروانہ عطا فرما دیا۔ پھر شادی کے بعد، آپ ﷺ نے فرمایا: اے علی شادی کے موقع پر ولیمہ کرنا ضروری ہے۔ تو حضرت سعد نے کہا: میرے پاس ایک دنبہ ہے اور انصار کے ایک گروہ نے ان کیلئے سامان اکٹھا کیا۔ پھر جب رخصتی کی رات آئی تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی جب تک میں نہ آؤں، کوئی بات نہ کرنا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے پانی منگوایا، اس کے ساتھ وضو فرمایا، حضرت علی پر چھڑکا اور دعا فرمائی ''اے اللہ ان دونوں میں برکت عطا فرما، اور ان کی نسل میں بھی برکت عطا فرما۔'' (۲۴)

ابوداؤد نے بطریق عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

(۲۴)......مسند البزار، جلد:۲، صفحہ:۱۴۵، السنن الکبریٰ للبیہقی، جلد:۷، صفحہ:۲۷، الذریۃ الطاہرۃ، حدیث نمبر: ۹۴، اس حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دونوں پر پانی کا چھڑکاؤ کیا اور فرمایا: اے اللہ! ان دونوں کو برکت عطا فرما اور ان کی نسل میں برکت عطا فرما۔ علامہ ابن حجر، الاصابہ (جلد:۸، صفحہ:۵۶) میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کی سند جید ہے۔

جب حضرت علی نے سیدہ فاطمہ سے شادی کی تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا: اس (سیدہ فاطمہ) کو کچھ دو، حضرت علی نے عرض کیا میرے پاس کوئی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا" تمہاری حطمی درع کہاں ہے؟"(۲۵)

ابن سعد نے اس کو عکرمہ سے مرسلاً روایت کیا ہے اور اس میں اتنا اضافہ ہے:

"پس انہوں نے یہ ذرہ سیدہ کا مہر مقرر کیا اور اس کی قیمت چار سو درہم تھی"(۲۶)

ابن سعد نے علباء بن احمر الیشکری سے روایت کیا ہے:

حضرت علی نے سیدہ فاطمہ سے شادی کی، تو اپنا ایک اونٹ ۸۰ا درہم میں بیچا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: دو ثلث خوشبو میں خرچ کرو اور ایک ثلث کپڑوں میں۔

حضرت حجر بن عنبس سے روایت ہے اور آپ نے زمانہ جاہلیت بھی پایا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگا لیکن نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے علی! وہ تیرے لئے ہے، میں دجال نہیں ہوں۔

یعنی فرمایا میں جھوٹا نہیں ہوں۔ اور ایسا اس لئے فرمایا کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے رشتہ ڈالنے سے قبل آپ ﷺ حضرت علی کے ساتھ سیدہ کا نکاح کرنے کا وعدہ فرما

(۲۵)......سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۲۱۲۵، سنن نسائی، حدیث نمبر: ۳۳۷۶

(۲۶)......طبقات ابن سعد، جلد: ۸، صفحہ: ۲۰۔ ابن سعد نے عکرمہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ حضرت علی کی ذرع کی قیمت چار درہم تھی۔ اور امام بیہقی نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ جب نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا کہ تمہاری ذرع کہاں ہے جو میں نے تمہیں دی تھی؟ تو حضرت علی نے عرض کیا: واللہ! وہ تو حطمی ذرع ہے اس کی قیمت چار سو درہم سے زیادہ نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جا میں نے اسی کے عوض تمہارا نکاح حضرت فاطمہ سے کر دیا اور جا کر اس سے فاطمہ کا حق مہر ادا کر دے۔

چکے تھے۔(۲۷)

حضرت عطاء سے روایت ہے:

حضرت علی نے حضرت فاطمہ کا رشتہ مانگا تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہ سے فرمایا: علی نے تمہارے رشتے کی بات کی ہے، آپ خاموش رہیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کی شادی کروادی۔(۲۸)

حضرت عکرمہ سے روایت ہے:

(۲۷)......المصدر بنفسہ، جلد:۸، صفحہ:۱۹۔ امام بزار فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا فرمان "وہ تمہاری ہی ہے، میں دجال نہیں ہوں" اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کی طرف سے نکاح کا پیغام آنے سے پہلے حضرت علی سے سیدہ فاطمہ کی شادی کرنے کا وعدہ فرمایا تھا، اس لئے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں اپنے وعدے کے خلاف نہیں کروں گا۔(کشف الاستار، جلد:۲، صفحہ:۱۵۱) ابن سعد نے کہا: "حضور ﷺ نے ایسا اس لئے فرمایا کہ حضرات ابوبکر وعمر سے پہلے نبی کریم ﷺ نے حضرت علی سے وعدہ فرمایا ہوا تھا۔" ابن سعد کا یہ قول علامہ خطابی کی روایت کی تائید کرتا ہے جو انہوں نے اپنی سند کے ساتھ غریب الحدیث میں روایت کی ہے۔ آپ فرماتے ہیں: بے شک ابوبکر رضی اللہ عنہ نے سیدہ فاطمہ سے شادی کیلئے نبی کریم ﷺ کو نکاح کا پیغام دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "میں اس کا وعدہ حضرت علی سے کر رکھا ہے اور میں دجال نہیں ہوں" (غریب الحدیث، جلد:۱، صفحہ:۷۲۹) یہ روایات ظاہر کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے لطف ومہربانی اور کمال نرمی کے ساتھ حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما کے پیغام نکاح کو منع کیا تاکہ سختی کے ساتھ جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے اور وہ اس مسئلہ کو شیخین کریمین کے تنقص کے طور پر بیان کرتے ہیں۔ حالانکہ سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نبی کریم ﷺ نے اپنی دو لخت جگر کا نکاح فرمایا اور سیدنا علی شیر خدا اور خاتون جنت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی لخت جگر سیدہ ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو ان حضرات کے شرف وفضل پر مہر تاباں کی طرح روشن دلیل ہے۔

(۲۸)......المصدر السابق، جلد:۸، صفحہ:۲۰

جب نبی کریم ﷺ نے حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کی شادی کی، تو سیدہ کے جہیز میں ایک کھجور کے پتوں کی چٹائی، چمڑے کا ایک تکیہ اور ایک مشکیزہ تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علی سے فرمایا: جب تو سیدہ کو لے کر اپنے گھر جائے، تب تک اس کے پاس نہ جانا جب تک میں نہ آ جاؤں۔ اور یہودی لوگ مرد کو اس کی بیوی سے الگ رکھا کرتے تھے۔ جب حضرت علی سیدہ کو لے کر گھر آئے تو دونوں گھر کے صحن میں بیٹھ گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے پانی منگوایا، پانی لایا گیا تو آپ ﷺ نے اس سے کلی کی اور اپنے ہاتھ پر مَلا۔ پھر حضرت علی کو بلایا اور ان کے کندھے، سینے اور بازوؤں پر چھڑکا۔ پھر حضرت فاطمہ کو بلایا تو وہ نبی کریم ﷺ سے حیاء کی وجہ سے اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئی آئیں۔ پھر آپ ﷺ ان کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا۔ پھر سیدہ سے فرمایا: اے فاطمہ ! میں نے میرے بہترین اہل کے ساتھ تمہارا نکاح کرنے میں غلطی نہیں کی۔ (۲۹)

سعید بن مسیب کے طریق سے حضرت ام ایمن سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ (۳۰)

(۲۹)......المصدر السابق، جلد: ۸، صفحہ: ۲۲

(۳۰)......المصدر السابق، جلد: ۸، صفحہ: ۲۳۔ اس روایت کے الفاظ یہ ہیں: حضرت سعید بن مسیب، ام ایمن رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، وہ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت علی سے فرمایا اور انہیں حکم ارشاد فرمایا: جب تک میں نہ آ جاؤں، سیدہ فاطمہ کے پاس نہ جانا۔ اور یہودی لوگ مرد کو بیوی سے دور رکھا کرتے تھے۔ پھر نبی کریم ﷺ تشریف لائے، دروازے پر کھڑے ہو کر سلام کیا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ آپ ﷺ کو اجازت دی گئی تو فرمایا: میرا بھائی کہاں ہے؟ ام ایمن کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، آپ کا بھائی کون ہے؟ فرمایا: علی بن ابی طالب، عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ وہ آپ کا بھائی کیسے ہو گیا حالانکہ آپ نے اپنی لخت جگر ان کے نکاح میں دی ہے؟ فرمایا: ہاں، ام ایمن ! معاملہ ایسے ہی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ایک برتن میں پانی منگوایا، اس میں ہاتھوں کو دھویا اور پھر

اور ابن ماجہ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے: آپ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ کی بیٹی مجھے ہدیہ کی گئی تو اس رات ہمارا بچھونا دنبے کی کھال سے بنا ہوا تھا۔(۳۱)

ابن سعد نے اس روایت کو ان الفاظ میں ذکر کیا:

بے شک میں نے فاطمہ سے شادی کی جبکہ میرے اور اس کیلئے دنبے کی کھال کے علاوہ کوئی بچھونا نہ تھا ہم رات کو اس پر سو جاتے اور دن میں اس پر اونٹ کو چارہ ڈالتے۔ اور میرے اور سیدہ فاطمہ کے لئے کوئی خادم نہ تھا سوائے خود سیدہ فاطمہ کے۔(۳۲)

بزار نے حضرت جابر سے روایت کیا ہے:

ہم حضرت علی اور فاطمہ رضی اللہ عنہما کی شادی میں شریک ہوئے۔ ہم نے اس سے اچھی شادی کوئی نہیں دیکھی۔ ہم نے کھجور کی چھال کا بچھونا بنایا اور کھجوریں اور منقی لے کر آئے اور کھایا۔ حضرت فاطمہ کی شادی کی رات ان کا بچھونا دنبے کی کچی کھال تھی۔(۳۳)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو بلایا۔ وہ آئے اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گئے۔ آپ ﷺ نے ان کے سینے اور کندھوں کے درمیان پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ پھر آپ ﷺ نے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کو بلایا تو وہ اپنے کپڑوں میں دوپٹہ لپیٹے بغیر آئیں، آپ ﷺ نے ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا: واللہ! میں نے میرے خاندان کے بہتر فرد کے ساتھ تمہاری شادی کیا ہے اور میں ایسا کرنے میں خطاوار نہیں ہوں۔ حضرت ام ایمن فرماتی ہیں: سیدہ فاطمہ کا سامان جہیز میں لے کر آئی، اس میں ایک چمڑے کا بنا ہوا تکیہ تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی اور ایک چکی تھی جو سیدہ فاطمہ کے گھر میں لگادی گئی۔

(۳۱)......سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر: ۴۱۵۴ (۳۲)......طبقات ابن سعد، جلد: ۸، صفحہ: ۲۲

(۳۳) کشف الاستار، جلد: ۲، صفحہ: ۱۵۳، حدیث نمبر: ۱۴۰۸۔ امام بزار فرماتے ہیں: ہمارے علم کے مطابق اس روایت کو اس طرح سے صرف عبداللہ نے ہی بیان کیا ہے اور وہ حافظ نہ تھا اور نہ ہی اس پر کوئی متابع ہے

ابن سعد نے حضرت اسماء (۳۴) سے روایت کیا ہے: آپ فرماتی ہیں:

حضرت فاطمہ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رخصت کیا گیا تو ان کا بچھونا اور تکیہ کھجور کی چھال تھی۔ اور حضرت علی نے سیدہ کی شادی پر ولیمہ کی دعوت کی اور اس زمانے میں اس سے اچھی ولیمے کی دعوت کوئی نہ تھی۔ حضرت علی نے ایک یہودی کے پاس اپنی ذرہ کو نصف صاع جوؤں پر گروی رکھا تھا۔ (۳۵)

ایک آدمی سے روایت ہے، انصار جس کے ماموں ہیں: وہ کہتا ہے مجھے میری نانی نے بتایا کہ وہ ان عورتوں میں شامل تھی جنہوں نے حضرت فاطمہ کو حضرت علی کے سپرد کیا تھا۔ وہ فرماتی ہیں:

سیدہ کو دو چادروں میں رخصت کیا گیا، اور ان پر زعفرانی رنگ کے دو بازو بند تھے جب ہم حضرت علی کے گھر داخل ہوئے تو وہاں بکری کی ایک کھال تھی، ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک مشکیزہ، چھلنی، رومال اور ایک پانی پینے کا برتن تھا۔ (۳۶)

امام احمد بن حنبل نے "الزہد" میں حضرت علی سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہ کو ایک چادر، ایک مشکیزہ، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری تھی، جہیز میں عطا فرمایا۔ (۳۷)

اور عبداللہ کی بہت ساری احادیث ہیں جن میں وہ متفرد ہے۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں: اس کی سند میں عبداللہ ابن میمون القداح ہے اور وہ ضعیف ہے۔ (مجمع الزوائد، جلد: ۹، صفحہ: ۲۰۹)

(۳۴)۔۔۔ یہ اسماء بنت عمیس ہیں۔ علامہ ابن حجر مطالب العالیہ، جلد: ۸، صفحہ: ۲۴۰ پر فرماتے ہیں: اس وقت اسماء بنت عمیس اپنے شوہر جعفر کے ساتھ حبشہ میں تھیں اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے یہ ان کی بہن سلمی بنت عمیس ہوں جو کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب کی زوجہ تھیں۔

(۳۵)۔۔۔ طبقات، جلد: ۸، صفحہ: ۲۳ (۳۶)۔ المصدر السابق، جلد: ۸، صفحہ: ۲۴

(۳۷) کتاب الزہد للامام احمد، صفحہ: ۱۳۰، مسند احمد، حدیث نمبر: ۶۴۳

حضرت علی سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

ہمارے پاس صرف دنبے کی ایک کھال تھی، اس پر ہم رات کو سوجاتے تھے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر سیدہ فاطمہ آٹا گوندھتی تھیں۔ (۳۸)

خصائص و مناقب فاطمہ سلام اللہ علیہا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ منبر اقدس پر تشریف فرما تھے:

بنو ہاشم بن مغیرہ اجازت مانگتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کریں، میں اجازت نہیں دیتا، نہیں دیتا، نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ (۳۹) اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دیتا، (۴۰) لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اور عدو اللہ کی بیٹی ایک (آدمی

(۳۸)...... (کتاب الزہد، صفحہ: ۳۸۔ ابن سعد نے طبقات میں (جلد: ۸، صفحہ: ۲۳) ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کے ساتھ شب زفاف گزاری تو ان کا بچھونا دنبے کی کھال تھی۔ اور جب وہ دونوں سونے کا ارادہ کرتے تو اسے اون کے بل الٹا لیتے اور ان کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔

(۳۹)...... صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۳۲، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۹)

(۴۰)...... علامہ بدالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا" اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کیلئے ابوجہل کی بیٹی سے شادی کرنے کی اباحت و جواز کو بیان فرمایا۔ لیکن ان دونوں کو ایک وقت میں جمع کرنے سے منع فرمایا اور اس کی دو منصوص علتیں اور سبب ہے۔ ایک یہ کہ اس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت پہنچتی اور اور سیدہ کو اذیت پہنچانا نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانا ہے۔ اور دوسری وجہ حضرت فاطمہ کیلئے آزمائش و فتنہ کا خوف تھا کہ کہیں سوتن کے آجانے سے غیرت کی وجہ حضرت فاطمہ اپنے حقوق میں کوتاہی نہ کرلیں۔ عمدۃ القاری، جلد: ۱۵، صفحہ ۳۴)

کے نکاح میں) اکٹھی نہیں ہوسکتیں۔(۴۱)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

بلا شک وریب فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اس نے مجھے شبہ میں ڈالا جس نے اسے شبہ میں ڈالا اور اس نے مجھے اذیت دی جس نے اسے اذیت پہنچائی۔(۴۲) اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں آزمائش میں ڈالی جائے۔(۴۳)

(۴۱)......صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۴۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۹۔ ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد بنو عبد شمس کے ساتھ اپنے رشتے کو بھی بیان فرمایا اور اس معاملے میں ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس (ابوالعاص بن الربیع) نے میرے ساتھ بات کی تو سچ بولا اور میرے ساتھ وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا۔ علامہ ابن القیم زادالمعاد (جلد: ۵، صفحہ: ۱۰۷) میں رقمطراز ہیں: بے شک جب کوئی شخص اپنی بیوی سے وعدہ کرلے کہ اس پر کوئی سوتن نہیں لائے گا تو اس وعدے کی وفا لازم ہے۔ اور جب بھی وہ اس پر سوتن لائے تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ ایسا کرنا (یعنی سیدہ فاطمہ پر سوتن کو لانا) فاطمہ کو اذیت پہنچانا اور آزمائش میں ڈالنا ہے اور سیدہ فاطمہ کو اذیت دینا، نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ اور یہ بات تو قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی اور فاطمہ کا نکاح اس شرط پر کیا تھا کہ سیدہ فاطمہ اور ان کے والد گرامی کو اذیت نہیں پہنچائی جائے گی اور نہ انہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا۔

(۴۲)......صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۴۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۹۔ فتح ابن حجر فرماتے ہیں: علامہ سہیلی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو گالی دینے والا کافر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ اپنے گالی دینے والے پر غضبناک ہونگی اور ان کے اور سید عالم ﷺ کے غضبناک ہونے میں برابری ہے اور جس نے نبی کریم ﷺ کو غضبناک کیا اس نے کفر کیا۔ اور اس توجیہ میں غور کرنے کی ضرورت ہے جو مخفی نہیں۔
(فتح الباری، جلد: ۷، صفحہ: ۱۰۵)

(۴۳)......صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۴۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۹

حضرت علی سے مروی ہے، آپ نے فرمایا:

ہمارے پاس صرف دنبے کی ایک کھال تھی، اس پر ہم رات کو سو جاتے تھے اور اس کے کنارے پر بیٹھ کر سیدہ فاطمہ آٹا گوندھتی تھیں۔ (۳۸)

خصائص ومناقب فاطمہ سلام اللہ علیہا

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جبکہ آپ منبر اقدس پر تشریف فرما تھے:

بنو ہاشم بن مغیرہ اجازت مانگتے ہیں کہ اپنی بیٹی کا نکاح علی بن ابی طالب سے کریں، میں اجازت نہیں دیتا، نہیں دیتا، نہیں دیتا۔ ہاں اگر ابن ابی طالب چاہتے ہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اور ان کی بیٹی سے نکاح کرلیں۔ (۳۹) اور میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال قرار نہیں دیتا، (۴۰) لیکن اللہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ اور عدو اللہ کی بیٹی ایک (آدمی

(۳۸)...... (کتاب الزہد، صفحہ: ۳۸۔ ابن سعد نے طبقات میں (جلد: ۸، صفحہ: ۲۲) ذکر کیا ہے کہ جب حضرت علی نے سیدہ فاطمہ کے ساتھ شب زفاف گزاری تو ان کا بچھونا دنبے کی کھال تھی۔ اور جب وہ دونوں سونے کا ارادہ کرتے تو اسے اون کے بل الٹا لیتے اور ان کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں چھال بھری ہوئی تھی۔

(۳۹)...... صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۲۹۳۲، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۹)

(۴۰)...... علامہ بدالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ کا یہ فرمانا کہ "میں حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتا" اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت علی کیلئے ابو جہل کی بیٹی سے شادی کرنے کی اباحت وجواز کو بیان فرمایا۔ لیکن ان دونوں کو ایک وقت میں جمع کرنے سے منع فرمایا اور اس کی دو منصوص علتیں اور سبب ہے۔ ایک یہ کہ اس سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت پہنچتی اور اور سیدہ کو اذیت پہنچانا نبی کریم ﷺ کو اذیت پہنچانا ہے۔ اور دوسری وجہ حضرت فاطمہ کیلئے آزمائش وفتنہ کا خوف تھا کہ کہیں سوتن کے آجانے سے غیرت کی وجہ حضرت فاطمہ اپنے حقوق میں کوتاہی نہ کرلیں۔ عمدۃ القاری، جلد: ۱۵، صفحہ ۳۴)

کے نکاح میں) اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔(۴۱)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ارشاد فرمائے:

بلا شک و ریب فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے، اس نے مجھے شبہ میں ڈالا جس نے اسے شبہ میں ڈالا اور اس نے مجھے اذیت دی جس نے اسے اذیت پہنچائی۔(۴۲) اور مجھے اس بات کا خوف ہے کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں آزمائش میں ڈالی جائے۔(۴۳)

(۴۱)......صحیح بخاری، حدیث نمبر:۲۹۴۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۴۴۹۔ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے بعد بنو عبد شمس کے ساتھ اپنے رشتے کو بھی بیان فرمایا اور اس معاملے میں ان کی تعریف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: اس (ابو العاص بن الربیع) نے میرے ساتھ بات کی تو سچ بولا اور میرے ساتھ وعدہ کیا تو اس کو پورا کیا۔ علامہ ابن القیم زاد المعاد (جلد:۵، صفحہ:۱۰۷) میں رقمطراز ہیں: بے شک جب کوئی شخص اپنی بیوی سے وعدہ کرلے کہ اس پر کوئی سوتن نہیں لائے گا تو اس وعدے کی وفا لازم ہے۔ اور جب بھی وہ اس پر سوتن لائے تو بیوی کو فسخ نکاح کا حق حاصل ہوگا۔ نبی کریم ﷺ نے خبر دی ہے کہ ایسا کرنا (یعنی سیدہ فاطمہ پر سوتن کو لانا) فاطمہ کو اذیت پہنچانا اور آزمائش میں ڈالنا ہے اور سیدہ فاطمہ کو اذیت دینا، نبی کریم ﷺ کو اذیت دینے کے مترادف ہے۔ اور یہ بات تو قطعی طور پر پایہ ثبوت کو پہنچتی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی اور فاطمہ کا نکاح اس شرط پر کیا تھا کہ سیدہ فاطمہ اور ان کے والد گرامی کو اذیت نہیں پہنچائی جائے گی اور نہ انہیں آزمائش میں ڈالا جائے گا۔

(۴۲)......صحیح بخاری، حدیث نمبر:۲۹۴۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۲۴۴۹۔ فتح ابن حجر فرماتے ہیں: علامہ سہیلی نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو گالی دینے والا کافر ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ اپنے گالی دینے والے پر غضبناک ہونگی اور ان کے اور سید عالم ﷺ کے غضبناک ہونے میں برابری ہے اور جس نے نبی کریم ﷺ کو غضبناک کیا اس نے کفر کیا۔ اور اس توجیہ میں غور کرنے کی ضرورت ہے جو مخفی نہیں۔ (فتح الباری، جلد:۷، صفحہ:۱۰۵)

(۴۳)......صحیح بخاری، حدیث نمبر:۲۹۴۳، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۴۹

امام حاکم، حضرت سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں:

حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا، پھر نبی کریم ﷺ سے مشورہ کرنے آئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا اس کے خاندان کے بارے میں پوچھتے ہو؟ عرض کیا نہیں، بلکہ کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: نہیں، فاطمہ میرے جگر کا ٹکڑا ہے اور میرا یہی خیال ہے کہ اس بات سے وہ غمگین ہوگی اور آہ وفغان کرے گی۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا: میں ایسا کوئی کام نہیں کروں گا جو اسے ناپسند ہو۔ (۴۴)

بزار اور طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے:

بے شک حضرت علی نے ابوجہل کی بیٹی کیلئے رشتہ ڈالا۔ رسول اللہ ﷺ تک اس کی خبر پہنچی تو آپ ﷺ نے حضرت علی کو پیغام بھجوایا: "اگر تم نے سیدہ کے معاملے میں ہمیں تکلیف پہنچانی ہے تو ہماری بیٹی ہمیں واپس لوٹا دو۔" (۴۵)

ابن التین نے کہا:

صحیح بات جس پر اس قصے کو محمول کیا جائے یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر حرام قرار دیا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی لخت جگر کے ہوتے ہوئے کسی اور سے شادی کریں۔ کیونکہ ایسا عمل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو اذیت پہنچانے کے سبب نبی کریم ﷺ کیلئے باعث اذیت ہے اور آپ ﷺ کو اذیت پہنچانا بالاتفاق حرام ہے۔ (۴۶)

---

(۴۴)... المستدرک للحاکم، جلد:۳، صفحہ:۳۰۷

(۴۵)... کشف الاستار، جلد:۳، صفحہ:۲۳۵، حدیث نمبر:۲۶۵۴، المعجم الکبیر، جلد:[illegible]، صفحہ:۳۴۹، مجمع الزوائد، جلد:۹، صفحہ:۲۰۳، اس کی سند میں عبیداللہ بن تمام ہے جو ضعیف ہے۔

(۴۶)... فتح الباری، جلد:۵، صفحہ:۳۲۸، علامہ بدرالدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ اس حدیث

علامہ ابن حجر نے فرمایا:

ظاہر بات کے مطابق یہ بعید نہیں کہ اس معاملے کو نبی کریم ﷺ کے خصائص میں شمار کیا جائے کہ آپ ﷺ نے اپنی بیٹی پر سوتن لانے کو ممنوع قرار دیا اور یہ بھی ممکن ہے کہ یہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا خاصہ ہو۔(۴۷)

امام ترمذی نے حضرت بریدہ اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا:

عورتوں میں سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا نبی کریم ﷺ کو سب سے محبوب تھیں۔(۴۸)

میں نبی کریم ﷺ کو کسی بھی حال یا کسی بھی وجہ سے اذیت پہنچانے کی حرمت کو بیان کیا گیا ہے، کیونکہ اس ایذاء کی بنیاد ایسی چیز ہے جو اصلاً مباح ہے۔ بخلاف باقی مسائل میں کہ ان میں ایسا نہیں ہوتا۔ عمدۃ القاری، جلد: ۱۵، صفحہ: ۳۳ (یعنی نکاح کرنا بنیادی طور پر جائز ہے لیکن سیدہ فاطمہ کی موجودگی میں حضرت علی کا دوسرا نکاح کرنا حضور کے لئے اذیت کا باعث ہے اس لئے حرام ہے۔ جب ایک جائز چیز حضور ﷺ کی اذیت کا سبب بننے کی وجہ سے حرام ہے تو باقی اذیت دہ اشیاء سے اذیت پہنچانا بدرجہ اولیٰ حرام ہو جائے گا۔

(۴۷)۔۔۔ المصدر السابق، جلد: ۹، صفحہ: ۳۲۹

(۴۸)۔۔۔ سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۶۸ عن بریدۃ، اور حضرت عائشہ سے مروی حدیث اس طرح ہے۔ جمیع بن عمیر تیمی کہتے ہیں میں میری چچی کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے گھر آئے تو میں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کو لوگوں میں زیادہ محبوب کون تھا؟ سیدہ عائشہ نے فرمایا فاطمہ، میں نے عرض کیا مردوں میں؟ فرمایا: ان کے شوہر (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) سنن ترمذی، حدیث نمبر ۳۸۷۴ المستدرک، جلد: ۳، صفحہ: ۱۶۸، سیر اعلام النبلاء، جلد: ۲، صفحہ: ۱۲۵،

شیخ البانی نے "الضعیفۃ" میں اس (متن میں ذکر کردہ حدیث) پر [illegible] کا حکم لگایا ہے، موصوف رقمطراز ہیں: میں نے اس حدیث پر بطلان کا حکم لگایا ہے [illegible] جس میں نبی کریم ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ کو مردوں اور عورتوں میں زیادہ محبوب [illegible] حدیث میں [illegible] ہے کہ آپ ﷺ کو عورتوں میں سیدہ [illegible] مردوں میں سیدنا ابو [illegible] رضی اللہ عنہما محبوب

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی کے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، آپ فرماتی ہیں:

میں نے صورت، طریقہ کار، حسن حال اور اٹھنے بیٹھنے میں سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی کو رسول کریم ﷺ سے مشابہ نہیں دیکھا۔ جب سیدہ فاطمہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ ان کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے، انہیں بوسہ دیتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے۔ جب آپ ﷺ مرض وصال میں تھے تو سیدہ فاطمہ تشریف لائیں، وہ آپ ﷺ کی طرف جھکیں پھر سر اٹھایا تو رونے لگیں۔ پھر دوبارہ ان کی طرف جھکیں، پھر سر اٹھایا اور ہنسنے لگیں۔ میں نے اس کے متعلق سوال کیا تو سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: حضور ﷺ نے مجھے بتایا کہ وہ اسی مرض میں وصال فرمائیں گے تو میں رونے لگی پھر آپ ﷺ نے

تھے۔) سلسلۃ الصحیحۃ، جلد:۳، صفحہ:۱۵۲۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۶۵۸ میں ہے کہ جب نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آپ ﷺ کو لوگوں میں محبوب کون ہے؟ فرمایا: سیدہ عائشہ، پوچھا گیا مردوں میں؟ فرمایا: اس کے والد (یعنی سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) میں یہ کہتا ہوں کہ اس حدیث میں اور حضرت فاطمہ کے محبوب ہونے والی حدیث میں کوئی تعارض نہیں ہے۔ کیونکہ آپ کے اہلبیت کی عورتوں میں سے آپ ﷺ کو زیادہ محبوب سیدہ فاطمہ اور مردوں میں زیادہ محبوب سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس کی تائید شیخ ابراہیم بن سعید الجوہری (امام ترمذی کے شیخ) کے قول سے بھی ہوتی ہیں جو انہوں نے حدیث بریدہ کو بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے "یعنی من اہل بیتہ" یعنی اس محبوبیت سے مراد آپ ﷺ کے اہلبیت میں سے محبوب ہونا ہے۔ اسی طرح شیخ ابن العربی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ کے نزدیک عام لوگوں میں زیادہ محبوب حضرت ابوبکر، بیویوں میں سیدہ عائشہ، اہلبیت کی عورتوں میں سیدہ فاطمہ اور مردوں میں زیادہ محبوب حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور احادیث کو اس ترتیب پر رکھا جائے تو کوئی تعارض باقی نہیں رہتا۔

(عارضۃ الاحوذی، جلد:۱۳، صفحہ:۲۴۷_۲۴۸، السیدۃ فی اہل البیت، صفحہ:۱۳۷)

فرمایا میرے اہلبیت میں سے آپ سب سے پہلے مجھے ملیں گی (یعنی سب سے پہلے سیدہ فاطمہ کا وصال ہوگا) تو میں ہنسنے لگی۔(۴۹)

امام بخاری نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، آپ فرماتی ہیں:

رسول کریم ﷺ کی تمام ازواج آپ کے پاس جمع تھیں کہ سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا چلتی ہوئی آئیں، ان کا چلنا ان کے والد محترم ﷺ کے چلنے سے ذرا بھی جدا نہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: میری بیٹی کو خوش آمدید ہو، اور ان کو اپنی دائیں جانب بٹھا لیا۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے کوئی راز کی بات کی تو سیدہ رونے لگیں اور پھر دوبارہ آپ ﷺ نے کچھ فرمایا تو آپ ہنسنے لگیں۔ میں نے ان سے پوچھا تو کہنے لگیں کہ میں حضور ﷺ کا راز افشاء کرنا مناسب نہیں سمجھتی۔ پھر حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تو میں نے حضرت فاطمہ سے کہا: میں آپ سے اس حق کی بنیاد پر پوچھتی ہوں جو میرا آپ پر ہے (یعنی حضرت عائشہ حضور

(۴۹)......سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۷۲ امام ترمذی نے کہا: اس طریق سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ اس حدیث کو ایک اور طریق سے بھی سیدہ عائشہ سے روایت کیا گیا ہے۔ سنن ابی داؤد، حدیث نمبر: ۵۲۱۷، السنن الکبریٰ للنسائی، جلد: ۵، صفحہ: ۹۶ سیدہ فاطمہ کا فرمانا "حضور ﷺ نے مجھے خبر دی کہ (وصال کے بعد) سب سے پہلے میں ان سے ملوں گی، تو یہ سن کر میں ہنسنے لگی" اس قول کی شرح میں امام نووی فرماتے ہیں: اس سے نبی کریم ﷺ کے دو معجزے ظاہر ہوتے ہیں۔ ایک تو آپ ﷺ نے اپنے بعد بھی سیدہ فاطمہ کے زندہ رہنے کی خبر دی اور دوسرا آپ نے انہیں بتایا کہ اہل بیت میں سب سے پہلے سیدہ کا ہی وصال ہوگا اور وہ آپ ﷺ سے آکر ملیں گی۔ اور یقیناً ایسا ہی ہوا۔ اور حضرت فاطمہ کا مسکرانا، نبی کریم ﷺ سے جلد ملاقات ہونے کی وجہ سے تھا اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح دیا کرتے تھے اور وہاں منتقل ہونے اور دنیا سے خلاصی پانے میں سرور و خوشی محسوس کرتے تھے۔

شرح صحیح مسلم للنووی، جلد: ۱۶، صفحہ: ۵

ﷺ کی زوجہ محترمہ تھیں تو اس رشتے سے سیدہ فاطمہ کی ماں بجا تھیں) بتایئے حضور ﷺ نے آپ سے کیا کہا تھا؟ حضرت فاطمہ نے فرمایا: ہاں اب میں بتا دیتی ہوں، آپ ﷺ نے فرمایا: حضرت جبریل ہر سال میں ایک بار مجھ سے قرآن مجید کا دور کیا کرتے تھے جبکہ اس سال انہوں نے دو مرتبہ دور کیا ہے اور میرے یقین میں اس کا مطلب ہے کہ میری اجل قریب ہے، لہذا تو اللہ سے ڈرتی رہنا اور صبر کرنا میں تمہارے لئے اچھا پیش رو ہوں بس (یہ سن کر) میں رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے جب دوبارہ سرگوشی کی تو فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تم مومنوں کی عورتوں کی سردار ہو؟ تو میں ہنسنے لگی۔ (۵۰)

امام ترمذی نے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے:

رسول اللہ ﷺ نے سیدہ فاطمہ کو فتح مکہ کے سال (ایک دن) بلایا اور آپ سے کوئی سرگوشی کی تو آپ رونے لگی اور پھر آپ ﷺ نے ان سے کوئی بات کی تو آپ ہنسنے لگیں۔ جب رسول کریم ﷺ کا وصال ہوگیا تو میں نے سیدہ فاطمہ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا: حضور ﷺ نے مجھے خبر دی تھی کہ آپ ﷺ (اسی مرض میں) وفات پا جائیں گے یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے مجھے بتایا کہ میں مریم بنت عمران کے سوا سب جنتی عورتوں کی سردار ہوں تو میں ہنسنے لگی۔ (۵۱)

(۵۰) صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۵۹۲۸، صحیح مسلم، حدیث نمبر: ۲۴۵۰

(۵۱) سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۸۹۳۔ امام ترمذی نے کہا: اس طریق سے یہ حدیث حسن غریب ہے۔ علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: یہ سب سے قوی دلیل ہے کہ سیدہ فاطمہ اپنے زمانے اور اس کے بعد کی سب عورتوں پر مقدم ہیں۔ اور بے شک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کی دیگر بیٹیوں کی بنسبت حضور سے زیادہ مانوس تھیں۔ باقی بیٹیاں تو حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں ہی وصال کر گئیں تھیں اور ان کا غم حضور ﷺ کے حصے میں آیا جبکہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ کی زندگی میں وصال فرمایا اور آپ کا غم سیدہ فاطمہ کے حصے میں آیا

امام ترمذی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

تمہیں سارے جہان کی عورتوں میں سے یہ کافی ہیں: مریم بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد، فاطمہ بنت محمد اور فرعون کی بیوی آسیہ رضی اللہ عنہن۔ (۵۲)

......(علامہ ابن حجر فرماتے ہیں) میں یہ بات استنباط اور قیاس کے طور پر کہا کرتا تھا حتی کہ میں نے اس کو نص میں پالیا۔ ابو جعفر طبری سورۃ آل عمران کی تفسیر میں سیدہ فاطمہ بنت حسین بن علی رضی اللہ عنہم کے طریق سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی دادی سیدہ فاطمہ فرماتی ہیں: میں ایک دن میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس بیٹھی تھی کہ حضور ﷺ تشریف لائے اور مجھ سے سرگوشی کے انداز میں بات کی تو میں رونے لگی۔ پھر آپ نے دوبارہ سرگوشی فرمائی تو میں مسکرادی۔ بعد میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے اس بابت سوال کیا تو میں نے کہا: کیا آپ سمجھتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کا راز آپ کو بتادوں گی؟ تو انہوں نے سوال ترک کر دیا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا تو سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے دوبارہ مجھ سے سوال تو میں نے بتایا: (اس کے بعد وہی الفاظ ہیں جو پہلے بیان ہوئے اور جبریل علیہ السلام کی طرف سے دو مرتبہ دور کرنے کا ذکر ہوا) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: مجھے یقین ہے کہ اسی سال میں میرا وصال ہو جائے گا، اور زمانے بھر کی باقی عورتوں کی بنسبت تم میرے زیادہ قریب ہو لہذا تم صبر میں بھی ان سے بڑھ کر رہنا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: تم مریم کے سوا جنتی عورتوں کی سردار ہو تو میں مسکرانے لگی۔ میں کہتا ہوں کہ اس اضافے کے علاوہ اس حدیث کی اصل صحیح بخاری میں موجود ہے۔ فتح الباری، جلد:۷، صفحہ:۱۰۵)

(۵۲)......سنن ترمذی، حدیث نمبر:۳۸۷۸۔ امام ترمذی نے فرمایا: یہ صحیح ہے۔ علامہ ابن حجر نے بھی اس کی تصحیح کی ہے (فتح الباری، جلد:۶، صفحہ:۴۷۱)

اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ عورتیں تمہارے لئے کافی ہیں کہ ان کی اقتداء کرنے سے تمہیں کاملین اہل اللہ کے مراتب تک رسائی مل جائے گی۔ ان کے محاسن و مناقب کا ذکر کرنے اور زہد و تقویٰ کا بیان کرنے سے تمہیں کاملیت کا درجہ ملے گا۔ سیدہ فاطمہ، ان کی والدہ سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ میں سے افضل کون ہے؟

اس بارے میں طویل اختلاف ہے۔ حافظ ابن حجر، فتح الباری میں فرماتے ہیں: شیخ سبکی الکبیر نے فرمایا: فاطمہ افضل ہیں پھر حضرت خدیجہ اور پھر سیدہ عائشہ۔ اور اس بارے میں اختلاف بھی مشہور ہے۔ میں کہتا ہوں: حضرت فاطمہ اپنی بہنوں میں ممتاز ہیں کہ وہ سب تو حضورﷺ کی زندگی میں وصال کرگئی تھیں اور سیدہ فاطمہ حضورﷺ کے زیادہ قریب رہیں جیسا کہ بیان ہو چکا۔ اور حضرت عائشہ علم کے اعتبار سے افضل ہیں لیکن حضرت خدیجہ کے ساتھ ان کا کیا مقابلہ کہ وہ پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے اسلام قبول کیا اور اسلام کی دعوت دی اور اپنے جان و مال اور مکمل توجہ کے ساتھ نبی کریمﷺ کی مدد کی۔ اس اعتبار سے بعد میں آنے والے تمام مسلمانوں کی مثل سیدہ خدیجہ کیلئے بھی اجر ہے اور اس کی مقدار اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک قول یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کی افضلیت پر اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ اور باقی رہ جاتا حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ کے مابین فضیلت کا مسئلہ! تو وہ فروعی ہے۔ امام رافعی نے ذکر کیا ہے کہ نبی کریمﷺ کی تمام ازواج اس امت کی تمام عورتوں سے افضل ہیں۔ اگر سیدہ فاطمہ کو اس لئے فضیلت میں الگ مرتبہ حاصل ہے کہ وہ حضورﷺ کے جسم کا ٹکڑا ہیں تو پھر آپ کی دیگر بہنیں بھی آپ کے ساتھ اس مرتبہ میں شریک ہیں۔ فتح الباری، جلد: ۷، صفحہ: ۱۰۹۔ امام سیوطی فرماتے ہیں: ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سب عورتوں سے افضل سیدہ مریم اور سیدہ فاطمہ ہیں۔ امہات المؤمنین میں افضل سیدہ خدیجہ اور سیدہ عائشہ ہیں۔ اور ان دونوں میں سے افضل کون ہے؟ اس کے بارے میں چند اقوال ہیں جن میں سے تیسرا قول یہ ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں: تمام کے حق میں خاموشی اختیار کرنا اولی ہے کیونکہ اس مسئلہ میں کوئی دلیل قطعی نہیں ہے بلکہ تمام ظنی دلائل ہیں اور وہ بھی ایک دوسرے سے متعارض ہیں جن کو عقائد میں دلیل نہیں بنایا جا سکتا۔ (تحفۃ الاحوذی، جلد: ۱۰، صفحہ: ۲۶۶) حقیقت یہ ہے کہ یہ پاکباز ہستیاں اپنی امتیازی خصوصیت کی وجہ سے فضیلت کی حامل ہیں، مثلاً: حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اسلام قبول کرنے میں سبقت حاصل ہے اور آپ نے ایسے حالات میں نبی کریمﷺ کی مدد و اعانت کی جب سرور عالمﷺ تنہا دشمنوں کے مقابلے میں کھڑے تھے اور یقیناً یہ مقام حضرت [illegible]

امام بزار نے حضرت علی سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

کیا آپ اس بات پر راضی نہیں کہ آپ جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور آپ کے دونوں بیٹے جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔(۵۳)

امام بزار نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار تھیں تو نبی کریم ﷺ نے ان کو بلا کر فرمایا:

کیسا محسوس کر رہی ہیں؟ عرض کیا، میں بڑی تکلیف میں ہوں اور اس سے بڑھ کر اذیت کی بات یہ ہے کہ میرے پاس کھانا بھی نہیں جسے میں کھا سکوں۔ فرمایا: اے میری بچی! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو سارے جہاں کی عورتوں کی سردار ہے؟ عرض کیا: پھر سیدہ مریم کا کیا ہے؟ فرمایا: وہ اپنے زمانے میں ساری عورتوں کی سردار تھیں۔(۵۴)

ابو یعلی اور حاکم نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے صحیح روایت کی ہے کہ اور

سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اس خصوصیت سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی طرح حسب ونسب کے اعتبار سے دیکھا جائے تو حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا سے افضل کوئی نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ تمام خواتین اپنی اپنی امتیازی خاصیت کی بنا پر افضل ہیں۔ مسئلہ تب پیدا ہوتا ہے جب افضلیت بیان کرنے والے وجہ فضیلت کو بیان نہیں کرتے۔ اگر فضیلت کی وجہ کو بھی بیان کر دیا جائے تو عوام کے ذہنوں کو منتشر ہونے سے بچایا جا سکتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۵۳)...... مسند بزار، جلد:۳، صفحہ:۱۰۲، امام ہیثمی نے کہا: اس کی سند میں جابر الجعفی ہے جو ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، جلد:۹، صفحہ:۲۰۱

(۵۴)...... امام سیوطی نے اس حدیث کو امام بزار کی طرف منسوب کیا ہے لیکن ہمیں یہ حدیث امام بزار کی کتب میں نہیں ملی۔ البتہ درج ذیل کتب میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔ المعجم لابن الاعرابی، حدیث نمبر: ۲۳۵۷، مشکل الآثار للطحاوی، جلد:۱، صفحہ:۸۵

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

حضرت فاطمہ، حضرت مریم کے علاوہ جنتی عورتوں کی سردار ہیں۔(۵۵)

امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، آپ فرماتے ہیں:

میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا کہ اچانک سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اور آپ ﷺ کے سامنے کھڑی ہوگئیں۔ نبی کریم ﷺ نے ان کی جانب دیکھا کہ آپ کے چہرے سے خون کی سرخی ختم ہو چکی تھی اور بھوک کی وجہ سے چہرہ زرد پڑ گیا تھا۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بلند کیا حتی کہ سیدہ فاطمہ کے سینے سے اوپر گردن کے پاس رکھا اور انگلیوں کو کھول دیا۔ پھر فرمایا: اے اللہ! اے بھوکوں کو سیر کرنے والے اور عاجزوں کو سر بلند کرنے والے! فاطمہ بنت محمد کو بھی سر بلند فرما۔ حضرت عمران کہتے ہیں، (کچھ مدت کے بعد) میں نے سیدہ فاطمہ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا: اے عمران! اس (دعا) کے بعد مجھے کبھی بھوک نہیں لگی۔(۵۶)

امام طبرانی نے بسند حسن حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، کہ رسول کریم ﷺ نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا:

بے شک اللہ تمہاری رضا میں راضی ہوتا ہے اور آپ کے غضب سے غضبناک

(۵۵)..... مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۱۳۴۷، حافظ ابن حجر فرماتے ہیں اس کی اسناد حسن ہے۔(فتح الباری، جلد: ۶، صفحہ: ۳۴۷)المستدرک، جلد: ۳، صفحہ: ۱۶۸، امام حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح ہے۔ مسند ابی یعلی، جلد: ۲، صفحہ: ۳۹۵

(۵۶)..... دلائل النبوۃ للبیہقی، جلد: ۶، صفحہ: ۱۰۹۔ امام بیہقی فرماتے ہیں: راوی (عمران بن حصین) نے پردے کی آیت نازل ہونے سے قبل سیدہ فاطمہ کو دیکھا تھا۔ تہذیب الآثار، جلد: ۱، صفحہ: ۲۸۶، مجمع الزوائد، جلد: ۹، صفحہ: ۲۰۴۔ امام ہیثمی نے کہا: اس کی سند میں عتبہ بن حمید ہے۔ ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے اور علماء کی ایک جماعت ضعیف کہا ہے، باقی تمام راوی ثقہ ہیں۔

ہوتا ہے۔(۵۷)

امام بزار نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

فاطمہ نے اپنی عصمت کی حفاظت کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اولاد کو جہنم پر حرام کر دیا۔(۵۸)

☆☆☆☆☆☆

---

(۵۷)......المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:۱، صفحہ:۱۰۸، المستدرک، جلد:۳، صفحہ:۱۶۷، مجمع الزوائد، جلد:۹، صفحہ:۲۰۳، امام ہیثمی نے کہا: اس کی سند حسن ہے۔

(۵۸)......(مسند البزار، جلد:۵، صفحہ:۲۲۳، الضعفاء للعقیلی، جلد:۲، صفحہ:۲۹۳، المستدرک، جلد:۳، صفحہ:۱۶۵، امام حاکم نے اس کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے کہا: ضعیف ہے۔ علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں: یہ حدیث سیدہ فاطمہ کی خاص اپنی اولاد کیلئے ہے کہ امام حسن و حسین علیہما السلام جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ اسی طرح امام محمد بن علی بن موسیٰ الرضی نے فرمایا: یہ حدیث امامان حسن و حسین علیہما السلام کیلئے خاص ہے۔ علامہ عقیلی نے ابی کریب کے حوالے سے اسے ذکر کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ ہے ''اور (اس پر بھی دوزخ کی آگ حرام ہے) جس نے اللہ کی اطاعت کی'' اور یہ تاویل سب سے بہتر ہے اور مقبول ہے۔

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی عمر اور وفات کا بیان

امام مدائنی وغیرہ نے کہا:

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا، نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سب سے چھوٹی تھیں۔(۵۹)

ابن عبد البر نے کہا: حضرت فاطمہ اور حضرت ام کلثوم دونوں چھوٹی صاحبزادیاں تھیں، ان دونوں میں سے کون چھوٹی تھی؟ اس کے بارے میں اختلاف ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ سیدہ زینب سب سے بڑی تھیں، دوسری سیدہ رقیہ، تیسری سیدہ ام کلثوم اور چوتھی سیدہ فاطمہ الزہرا تھیں۔ رضی اللہ عنہن (۶۱)

(۵۹)......امام ذہبی نے کہا: سیدہ فاطمہ ابو العاص بن ربیع کی زوجہ سیدہ زینب اور حضرت عثمان کی زوجہ سیدہ رقیہ سے چھوٹی تھیں۔ سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۲ (۶۰)......الاستیعاب، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۳

(۶۱)......ابن عبد البر نے کہا: مصعب اور زبیر کو اس بابت اضطراب واقع ہوا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی کونسی بیٹی بڑی تھی اور کونسی چھوٹی، اور یہ اضطراب قابل التفات نہیں ہے۔ صحیح بات کہ جس سے دل مطمئن ہوتا ہے اور اس کے بارے میں اخبار متواترہ موجود ہیں یہ ہے کہ آپ ﷺ کی بیٹیوں میں، سیدہ زینب اولی ہیں، دوسرے نمبر پر سیدہ رقیہ، پھر سیدہ ام کلثوم اور سب سے چھوٹی سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہن ہیں۔ (الاستیعاب لابن عبد البر، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۳) ابو عمرو نے کہا: اس بارے میں اہل فن کا اختلاف ہے کہ ان میں سے بڑی کون تھیں اور یقینی بات یہ ہے کہ سب سے بڑی سیدہ زینب تھیں پھر سیدہ رقیہ پھر سیدہ ام کلثوم اور پھر سیدہ فاطمہ الزہرا و رضی اللہ عنہن۔ (الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۳) ابن جریج سے مروی ہے: مجھے ایک سے زیادہ افراد نے بیان کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ سب بہنوں سے چھوٹی اور رسول اللہ ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب تھیں۔ (المعجم الکبیر للطبرانی، جلد:۲۲، صفحہ:۳۹۷) کہا جاتا ہے کہ سیدہ فاطمہ حضرت عبد اللہ بن رسول اللہ ﷺ سے پہلے پیدا ہوئی تھیں۔ (المصدر السابق)

ابن اسحاق نے ذکر کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ کی ولادت ہوئی جبکہ قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے۔(۶۲) اور کعبہ کی تعمیر قریش نے نبی کریم ﷺ کی بعثت سے تقریباً ساڑھے سات سال قبل کی تھی۔(۶۳) یہ بھی ایک قول ہے کہ سیدہ کی ولادت بعثت کے سال ہوئی اور اس کے علاوہ بھی ایک قول ہے۔(۶۴)

اور آپ رضی اللہ عنہا کی وفات، حضور ﷺ کے وصال کے چھ ماہ بعد ہوئی۔(۶۵) اور اس کے علاوہ آٹھ ماہ، تین ماہ، سات ماہ اور دو ماہ کے اقوال بھی ملتے ہیں لیکن پہلا قول (چھ ماہ والا) صحیح ہے۔(۶۶)

(۶۲)......الطبقات الکبریٰ، جلد:۸، صفحہ:۱۹، سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۸، الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۹

(۶۳)......صحیح بات یہ ہے کہ کعبہ کی تعمیر بعثت سے پانچ سال قبل ہوئی۔اور آپ ﷺ نے پینتیس ۳۵ سال کی عمر میں اس کی تعمیر میں حصہ لیا اور چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا۔ابن سعد نے کہا سیدہ فاطمہ کی ولادت ہوئی جب قریش کعبہ کی تعمیر کر رہے تھے اور یہ اعلان نبوت سے پانچ سال قبل کی بات ہے۔(الطبقات، جلد:۸، صفحہ:۱۹)

(۶۴)......علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ کے سن ولادت میں اختلاف ہے۔واقدی نے امام محمد باقر کے طریق سے روایت کیا ہے، کہ حضرت عباس نے فرمایا: حضرت فاطمہ کی ولادت ہوئی جب کعبہ کی تعمیر کی جا رہی تھی اور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک تینتیس ۳۳ سال تھی۔اسی پر علامہ مدائنی نے جزم کیا ہے۔ابو عمر نے عبید اللہ بن محمد بن سلیمان بن جعفر الہاشمی سے روایت کیا ہے کہ سیدہ فاطمہ کی ولادت نبی کریم ﷺ کی ولادت کے اکتالیسویں سال ہوئی۔اعلان نبوت سے تھوڑا عرصہ پہلے تقریباً ایک سال یا کچھ اوپر۔اور آپ سیدہ عائشہ سے تقریباً پانچ سال بڑی تھیں۔الاصابہ فی تمییز الصحابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۴۔امام ذہبی نے کہا: سیدہ کی ولادت اعلان نبوت سے کچھ ہی عرصہ قبل ہوئی۔سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۹

(۶۵)......یہ قول حضرت عائشہ سے مروی ہے۔صحیح بخاری، حدیث نمبر:۲۹۲۶، صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۷۵۹

(۶۶)......الطبقات الکبریٰ، جلد:۸، صفحہ:۲۸، الاستیعاب، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۸، الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۷، سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۸، علامہ ذہبی نے اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ سیدہ فاطمہ کی وفات نبی کریم

یہ قول واقدی وغیرہ کا ہے۔(۶۷)

آپ کا وصال تین رمضان المبارک گیارہ ہجری کو منگل کی رات ہوا۔(۶۸)

امام ذہبی کا کہنا ہے کہ صحیح بات یہ ہے کہ سیدہ فاطمہ کی عمر چوبیس سال تھی۔(۶۹) اس کے علاوہ اکیس سال، چھبیس سال، ستائیس سال(۷۰)، اٹھائیس سال(۷۱)، انتیس سال(۷۲)، تیس سال، تینتیس سال اور پینتیس سال کے اقوال بھی ملتے ہیں۔(۷۳)

عبداللہ بن حارث نے کہا: سیدہ فاطمہ، نبی کریم ﷺ کے بعد چھ ماہ رہیں اور ﷺ کے وصال کے تقریباً پانچ ماہ بعد ہوئی۔

(۶۷)......واقدی نے کہا: ہمارے نزدیک یہ قول سب سے قوی ہے۔ سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۷

(۶۸)......طبقات ابن سعد، جلد:۸، صفحہ:۲۸، الاستیعاب، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۹، سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۸، الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۹

(۶۹)......سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۱

(۷۰)......یہ قول ابوبکر بن ابی شیبہ سے مروی ہے۔ المعجم الکبری، جلد:۲۲، صفحہ:۳۹۹

(۷۱)......یہ قول محمد بن اسحاق سے مروی ہے۔ المصدر السابق

(۷۲)......ابن سعد نے کہا: سیدہ فاطمہ کی تین رمضان منگل کی رات ۱۱ ہجری کو فوت ہوئیں۔ تب ان کی عمر تقریباً انتیس سال تھی۔ الطبقات، جلد:۸، صفحہ:۲۸

(۷۳)......ابن عبدالبر نے کہا: سیدہ فاطمہ کی عمر اور وقت وفات میں اختلاف ہے۔ زبیر بن بکار نے ذکر کیا ہے کہ عبداللہ بن الحسن ہشام بن عبدالملک کے پاس آئے تو وہاں کلبی بیٹھا ہوا تھا۔ ہشام بن عبدالملک نے عبداللہ بن الحسن سے دریافت کیا کہ آپ تک سیدہ فاطمہ کی عمر کے بارے میں کیا بات پہنچی ہے؟ فرمایا: تیس سال۔ پھر اس نے کلبی سے پوچھا تو اس نے جواب دیا: پینتیس ۳۵ سال۔ ہشام نے عبداللہ بن حسن سے کہا: اے ابو محمد! کیا آپ نے کلبی کی بات سنی ہے؟ تو فرمایا: اے امیر المؤمنین! آپ مجھ سے میری امی کے بارے میں پوچھیں اور کلبی سے اس کی امی کی بابت سوال کریں۔

آپ اندر ہی اندر پگھل رہی تھیں۔(۷۴) عبداللہ کے علاوہ کسی نے کہا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد آپ کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا گیا۔(۷۵)

مؤرخین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو، حضرت علی نے غسل دیا۔(۷۶) نماز جنازہ پڑھائی اور رات کے وقت دفن کیا۔(۷۷)

اور ایک قول کے مطابق نماز جنازہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے پڑھائی۔(۷۸)

(۷۴)......سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۸ (۷۵)......المعجم الکبیر، جلد:۲۲، صفحہ:۳۹۹

(۷۶)......امام بیہقی نے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ کو ان کے شوہر سیدنا علی المرتضی اور حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہم نے غسل دیا۔(السنن الکبریٰ، حدیث نمبر:۶۷۲۱) ابن فتحون نے اس قول کو یہ کہتے ہوئے بعید از عقل قرار دیا ہے کہ اسماء بنت عمیس جو کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی زوجہ ہیں وہ حضرت فاطمہ کو غسل دینے کیلئے حضرت علی کی موجودگی میں بے پردہ کیسے ہو سکتی ہیں۔(الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۷) میں کہتا ہوں یہ بُعد محض تکلف ہے۔ یہ بات ہر کسی کے علم میں ہے میت کو غسل دینے میں تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ غسل دینا سنت ہے۔ تو ہو سکتا ہے حضرت علی اور اسماء بنت عمیس نے اس تعداد کو آپس میں تقسیم کر لیا ہو۔ اس میں یہ احتمال بھی ہے حضرت علی نے باقاعدہ غسل دیا ہو اور سیدہ اسماء بنت عمیس نے پردے کی اوٹ سے ان کی معاونت کی ہو، مثلاً پانی لانے میں کفن اور کافور وغیرہ پکڑانے میں۔ اور ایسا کرنے کیلئے خلوت اور کشف کا ہونا ضروری نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

(۷۷)......ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ حضرت علی بن حسین سے روایت کیا ہے، آپ فرماتے ہیں: میں نے ابن عباس سے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے سیدہ فاطمہ کو کب دفن کیا؟ فرمایا: ہم نے انہیں رات کے وقت اندھیرا چھا جانے کے بعد دفن کیا۔(الطبقات، جلد:۸، صفحہ:۲۹) علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: ایسا سیدہ فاطمہ کی وصیت کے سبب کیا گیا کیونکہ وہ چاہتی تھیں کہ زیادہ سے زیادہ پردے کا اہتمام ہو سکے۔ (فتح الباری، جلد:۷، صفحہ:۴۹۴)

(۷۸)......الطبقات، جلد:۸، صفحہ:۲۹، الاستیعاب، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۹، سیر اعلام النبلاء جلد:۲، صفحہ:۱۲۷

ایک قول یہ ہے کہ نماز جنازہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے پڑھائی (۷۹) اور سیدہ کی قبر میں حضرت علی، حضرت عباس اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہم اترے۔(۸۰)

حدیث پاک میں آیا ہے کہ سیدہ فاطمہ کو غسل نہیں دیا گیا بلکہ وفات کے وقت آپ نے خود ہی غسل کر لیا تھا۔ چنانچہ ابن سعد نے طبقات میں اور امام احمد نے مسند میں حضرت سلمیٰ سے روایت کیا ہے، وہ فرماتی ہیں:

حضرت فاطمہ کو مرض کی شکایت ہوئی جس میں آپ کا وصال ہوا تھا تو میں ان کی تیمارداری کیلئے حاضر خدمت تھی۔ ایک دن صبح کچھ ہوئی کہ حضرت علی اپنے کسی کام سے باہر چلے گئے اور حضرت فاطمہ نے مجھ سے کہا: اے اماں! میرے غسل کیلئے پانی گرم کر دو، میں نے پانی گرم تیار کیا، تو سیدہ نے اچھی طرح غسل کیا میں نے اس سے قبل ایسا غسل کرتے ہوئے انہیں نہیں دیکھا۔ پھر فرمایا: اماں! میرے نئے کپڑے لا دو، میں نے کپڑے دیئے، آپ نے ان کو زیب تن فرمایا، اور کہا: اے ماں! میرا بستر گھر کے درمیان میں بچھا دیجئے۔ پھر آپ قبلہ رو ہو کر لیٹ گئیں اور اپنا ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ لیا۔ اور فرمایا: پیاری ماں! اب میری روح قبض ہونے لگی ہے اور میں نے پاکیزگی حاصل کر لی لہٰذا کوئی شخص مجھے برہنہ نہ کرے۔ پھر اسی مقام پر آپ کی روح پرواز کر گئی۔ جب حضرت علی واپس لوٹے تو

(۷۹)......ابن سعد نے اپنی سند کے ساتھ امام شعبی سے روایت کی ہے، فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت ابوبکر نے پڑھائی۔ اسی طرح حماد بن ابراہیم نے فرمایا: حضرت ابوبکر صدیق نے سیدہ فاطمہ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس میں چار تکبیریں کہیں۔ الطبقات، جلد:۹، صفحہ:۲۸

(۸۰)......امام ذہبی کا کہنا ہے: سیدہ فاطمہ کی نماز جنازہ حضرت عباس نے پڑھائی اور ان کی قبر میں بھی اترے اور ان کے ساتھ حضرت علی اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔ سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۷۔ طبقات ابن سعد، جلد:۹، صفحہ:۱۲۸، الاستیعاب، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۸، الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۸

میں نے سارے معاملے کی خبر دی، آپ نے فرمایا: اللہ کی قسم! کوئی بھی ان کو برہنہ نہیں کرے گا، پھر انہوں نے اسی غسل کے ساتھ ان کو دفن کر دیا۔(۸۱)

یہ حدیث غریب ہے اور اس کی سند جید ہے۔سوائے اس کے کہ اس میں ابن اسحاق ہے جس نے ''عنعنہ'' روایت کیا ہے۔اور اس حدیث کیلئے ایک حدیث مرسل شاہد بھی ہے۔جس کو علامہ ابن جوزی نے ''الموضوعات'' میں ذکر کیا ہے۔(۸۲)

شیخ الاسلام علامہ ابن حجر نے ''القول المسدد'' میں علامہ ابن جوزی کا تعاقب کیا ہے اور اس حدیث پر وضع (من گھڑت ہونے کے الزام) کا انکار کیا ہے۔(۸۳)

(۸۱)......(الطبقات، جلد:۸، صفحہ:۲۸، مسند احمد، حدیث نمبر:۲۷۰۶۸)

(۸۲)......ابن الجوزی نے اس حدیث کو ''الموضوعات، جلد:۳، صفحہ:۲۷۷'' پر ذکر کیا ہے اور کہا ہے ''یہ حدیث صحیح نہیں''۔علامہ ابن جوزی کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے: اس حدیث کو نوح بن یزید، حکم بن اسلم اور عاصم بن علی نے روایت کیا ہے۔عاصم بن علی کے بارے میں امام یحیٰی بن معین فرماتے ہیں ''لیس بشیء'' اور نوح بن یزید اور حکم بن اسلم شیعہ ہیں۔دوسری بات یہ ہے کہ یہ ابن اسحاق کی روایات میں سے ہے اور مجروح راوی ہے۔علامہ ابن جوزی مزید کہتے ہیں: میت کو غسل، حدث موت کی وجہ سے دیا جاتا ہے لہذا حدث سے قبل غسل کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اس حدیث کی نسبت حضرت علی و فاطمہ رضی اللہ عنہما کی طرف کرنا درست نہیں، بلکہ وہ ایسی باتوں سے منزہ ہیں۔

(۸۳)......علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: علامہ ابن جوزی کا اس روایت کو مذکورہ تین لوگوں کی روایت پر محمول کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ علامہ موصوف نے یہ حدیث مسند احمد میں ابو النضر اور محمد بن جعفر کے طریق سے نہیں دیکھی۔اور ان دونوں نے صحیح کے شیوخ سے روایت کی ہے۔اور باقی رہا، اس حدیث کو محمد بن اسحاق پر محمول کرنا: تو اس میں کوئی لمبی بحث نہیں ہے۔ائمہ حدیث نے اس کی حدیث کو قبول کیا ہے۔اس میں زیادہ تر عیب اس کی تدلیس اور مجہول راویوں سے روایت کرنے کی وجہ سے ہے، لیکن فی نفسہ یہ صدوق راوی ہے اور مغازی تو جمہور کے نزدیک باقاعدہ حجت ہے۔اور اس کا شیخ عبد اللہ ابن علی ہے جس کے بارے میں ابو حاتم نے

بہر حال اگر یہ قصہ صحیح ہے تو اسے سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کے خصائص میں شمار کیا جائے گا۔

حضرت ام جعفر سے مروی ہے کہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسماء بنت عمیس سے کہا: میں اس بات کو ناپسند کرتی ہوں جو عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے، کہ عورت پر ایک کپڑا ڈال دیا جاتا ہے اور (جنازہ کیلئے) نعشیں بنائی جاتی ہیں۔ اس پر حضرت حضرت اسماء نے کہا: آپ کا اس چیز کے بارے کیا خیال ہے جو میں نے حبشہ میں دیکھا، وہاں کھجوروں کے ترپتے منگوائے جاتے ہیں اور ان سے ایک چھت تعمیر کر لی جاتی ہے اور پھر اس کے اوپر کپڑا ڈالا جاتا ہے۔ حضرت فاطمہ نے فرمایا: یہ کتنا حسین اور پیارا طریقہ ہے، بس جب میرا وصال ہو جائے تو آپ اور حضرت علی مجھے غسل دیں اور کوئی شخص میرے پاس نہ آئے۔ (۸۳)

کہا: لا بأس بہ۔ اور عبداللہ بن محمد بن عقیل کی مرسل روایت جس کو امام طبرانی نے روایت کیا ہے، محمد بن اسحاق کی مسند کی تائید کرتی ہے۔ لہذا اس پر وضع اور من گھڑت ہونے کا حکم کیسے لگایا جا سکتا ہے؟ ہاں! اتنا ضرور ہے کہ یہ اس روایت کے مخالف ہے جس کو ان دونوں کے علاوہ نے روایت کیا ہے کہ حضرت علی اور سیدہ اسماء نے حضرت فاطمہ کو غسل دیا تھا۔ اور اس پر تو طویل تعاقب کیا جا سکتا ہے اور اس کی مزید تشریح و توضیح کی جا سکتی ہے لیکن میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ اس پر وضع کا حکم لگانا قابل تسلیم نہیں ہے۔ (ملخصاً القول المسدد، صفحہ: ۴۴)

(۸۳)......المستدرک، جلد: ۳، صفحہ: ۱۶۳، سنن بیہقی میں یہ اضافہ ہے: جب سیدہ فاطمہ کی وفات ہوئی تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں، حضرت اسماء نے کہا: آپ ان کے پاس مت آیئے۔ حضرت عائشہ نے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس بات کی شکایت کی اور کہا: یہ خثعمیہ عورت میرے اور نبی کریم ﷺ کی لخت جگر کے مابین حائل ہو رہی ہے اور ان کے لئے دلہنوں جیسی ہودج تیار کر رہی ہے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تشریف لائے اور دروازے پر کھڑے ہو کر فرمایا: اے اسماء! تمہیں کس چیز نے ابھارا کہ تم نبی کریم ﷺ کی ازواج کو آپ ﷺ کی بیٹی کے پاس آنے سے روکو۔ اور ان کیلئے دلہنوں جیسی ڈولی تیار کرو۔ حضرت اسماء نے عرض کیا: مجھے سیدہ فاطمہ نے فرمایا تھا میرے پاس کسی کو نہ آنے دینا۔ اور

ابن عبدالبر نے کہا: اسلام میں حضرت فاطمہ ہی وہ پہلی خاتون تھیں جن کا جنازہ اس طرح ڈھانپا گیا اور پھر ان کے بعد حضرت زینب بنت جحش کا۔(۸۴)

ابن سعد نے کہا: امام زین العابدین نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت فاطمہ ہی پہلی خاتون ہیں جن کیلئے جنازہ تیار کیا گیا۔ اس کو تیار کرنے والی حضرت اسماء بنت عمیس تھیں جنہوں یہ طریقہ حبشہ کی سرزمین پر دیکھا تھا۔(۸۵)

☆☆☆☆☆

میں نے زندگی میں یہ ہودج ان کو دیکھائی تھی تو انہوں نے فرمایا تھا میرے لئے ایسی ہی ڈولی تیار کرنا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ٹھیک ہے جیسے تمہیں بنت رسول فرما گئی ہیں ویسا ہی کرو۔ پھر آپ واپس لوٹ گئے۔ اور حضرت فاطمہ کو حضرت علی اور سیدہ اسماء رضی اللہ عنہما نے غسل دیا۔(السنن الکبریٰ للبیہقی، حدیث نمبر:۶۷۲۱، علامہ جوزقانی نے ''الاباطیل والمناکیر، جلد:۲، صفحہ:۸۲، علامہ ذہبی نے ''الاحادیث المختارہ، ۶۱'' اور علامہ ابن حجر نے ''تلخیص الحبیر جلد:۲، صفحہ:۱۴۳'' میں اس کو حسن کہا ہے۔)

(۸۴)......الاستیعاب، جلد:۴، صفحہ:۱۸۹۸

(۸۵)......الطبقات الکبریٰ، جلد:۸، صفحہ:۲۸

حضور ﷺ کے نسب کی بقا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے

علماء کرام کا کہنا ہے کہ سیدہ فاطمہ کے علاوہ حضور ﷺ کا نسب کسی بیٹی سے نہیں چلا، (۸۶) کیونکہ حضور ﷺ کی صاحبزادی سیدہ زینب کی ایک بیٹی امامہ تھی۔(۸۷) ان کی شادی حضرت علی سے ہوئی اور ان کے بعد مغیرہ بن نوفل (۸۸) کے ساتھ ہوئی۔ ان دونوں سے حضرت امامہ کی اولاد بھی ہوئی۔ زبیر بن بکار نے کہا: کہ حضرت زینب کے بعد ان کا سلسلہ نسب منقطع ہو گیا تھا۔(۸۹)

(۸۶)......الاصابہ فی تمییز الصحابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۴

(۸۷)...... یہ حضرت امامہ بنت ابوالعاص ہیں، جن کو نبی کریم ﷺ نماز کے دوران اٹھالیا کرتے تھے۔ آپ نبی کریم ﷺ کی نواسی اور سیدہ زینب بنت رسول کی بیٹی ہیں۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر کے دور خلافت میں ان سے شادی کی تھی۔ اور ایک مدت تک حضرت علی کی معیت میں رہیں اور ان سے اولاد بھی ہوئی۔ حضرت علی کی شہادت کے بعد تک زندہ رہیں۔

(۸۸)...... مغیرہ بن نوفل بن حارث بن عبدالمطلب الہاشمی رضی اللہ عنہ: ہجرت سے قبل پیدا ہوئے اور ایک قول کے مطابق ہجرت کے چار سال بعد ان کی ولادت ہوئی۔ ابن شاہین نے ان کو صحابہ میں ذکر کیا ہے۔ حضرت عثمان غنی کے دور خلافت میں مدینہ کے قاضی رہے ہیں۔ پھر حضرت علی کے ساتھ جنگوں میں بھی شریک ہوتے رہے۔ یہی وہ شخص ہیں جنہوں نے ابن ملجم پر نیزہ مارا تھا جب اس نے حضرت علی پر حملہ کیا تھا۔ انہوں نے اسے روکا اور زمین پر گرایا اور اس سے تلوار وغیرہ چھین لی حتی کہ وہ واصل جہنم ہوا۔ حضرت امیر معاویہ نے حضرت علی کی شہادت کے بعد سیدہ امامہ بنت ابوالعاص کو نکاح کا پیغام بھیجا تھا تو آپ نے اپنا معاملہ حضرت مغیرہ کے سپرد کیا تو آپ نے ان سے شادی کر لی۔ الاصابہ، جلد:۶، صفحہ:۲۰۰۔ اور ان سے یحییٰ بن مغیرہ پیدا ہوئے۔ انہیں کی معیت میں ان کا وصال ہوا۔ سیر اعلام النبلاء، جلد:۱، صفحہ:۳۳۵

(۸۹)......سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۲۲

روایات سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا

حضرت فاطمہ سے مروی احادیث کی تعداد مجموعی طور پر دس تک بھی نہیں پہنچی، کیونکہ آپ کا وصال جلدی ہو گیا تھا۔(۹۰)

آپ سے مروی روایات میں سے چند یہ ہیں:

سرگوشی والی حدیث، جو کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلمہ کے حوالے سے پہلے گزر چکی ہے۔

اور مسجد میں داخل ہونے کی دعا جس کو امام ترمذی اور ابن ماجہ (۹۱) نے سیدہ فاطمہ صغریٰ بنت امام زین العابدین رضی اللہ عنہما سے مرسلا روایت کیا ہے۔ اور ایک اور

(۹۰)......علامہ ابن حجر فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ اپنے والد محترم سے روایت کرتی ہیں اور آپ سے آپ کے دونوں بیٹے، شوہر، سیدہ عائشہ، ام سلمہ، ام رافع وام انس سلمیٰ، رضی اللہ عنہم روایت کرتے ہیں۔ آپ فاطمہ بنت حسین آپ سے مرسلا روایت کرتی ہیں۔(الاصابہ، جلد:۸، صفحہ:۵۳) امام ذہبی فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ اپنے والد محترم سے روایت کرتی ہیں اور سیدہ سے ان کے بیٹے حسین، سیدہ عائشہ، ام سلمہ، انس بن مالک رضی اللہ عنہم وغیرہم نے روایت کی ہے۔ اور آپ کی روایات کتب ستہ میں پائی جاتی ہیں۔ سیر اعلام النبلاء، جلد: ۲، صفحہ:۱۱۹۔ آپ مزید فرماتے ہیں: سیدہ فاطمہ سے اٹھارہ حدیثیں مروی ہیں جن میں سے ایک متفق علیہ (یعنی بخاری ومسلم میں) ہے۔ آپ روایات قلت، کم علمی یا حافظے کی کمزوری کی وجہ سے نہیں بلکہ آپ کے جلد وفات پا جانے کی وجہ سے ہے۔ سیر اعلام النبلاء، جلد:۲، صفحہ:۱۳۳

(۹۱)......سنن ترمذی، حدیث نمبر:۳۱۴۔ امام ترمذی نے کہا: سیدہ فاطمہ کی حدیث حسن ہے اور اس کی اسناد متصل نہیں ہے۔ سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۷۷۱، مسند احمد، حدیث نمبر:۲۵۸۷۷

طریق سے اس کا اتصال بھی ثابت ہے۔

حدیث: سن لو! کوئی شخص ملامت نہ کرے مگر خود کو ہی، وہ رات بسر کرتا ہے اور اس کے ہاتھ پر چکناہٹ لگی ہوتی ہے۔(۹۲)

حدیث: جس چیز کو آگ نے چھوا ہو، اس سے وضو نہ کیا جائے، اس کو امام احمد نے مسند میں حسن بن حسن کے طریق سے مرسلاً روایت کیا ہے۔(۹۳)

حدیث: جمعہ کے روز قبولیت کی ایک گھڑی ہوتی ہے۔ اور یہ وہ موقع ہے جب سورج غروب ہونے کی تیاری کررہا ہو۔ اس کو امام بیہقی نے ''الشعب'' میں روایت کیا ہے۔(۹۴)

(۹۲)......سنن ابن ماجہ، حدیث نمبر:۳۲۹۶

(۹۳)......مسند احمد، حدیث نمبر:۲۵۸۷۹، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: سیدہ فاطمہ فرماتی ہیں: میرے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے گوشت تناول فرمایا، پھر حضرت بلال نے اذان کہی اور آپ ﷺ نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے آپ ﷺ کا دامن تھام کر عرض کیا: اے ابا جان! کیا آپ وضو نہیں فرمائیں گے؟ فرمایا: پیاری بچی! کس بنا پر وضو کروں؟ عرض کیا: آگ سے پکی چیز کھانے کی وجہ سے۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کیا وہ سب پاکیزہ کھانا نہیں ہے جس کو آگ نے چھوا ہو؟۔

(۹۴)......الشعب الایمان، جلد:۳، صفحہ:۹۳، حدیث کے الفاظ یہ ہیں: حضرت مرجانہ سیدہ فاطمہ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: بے شک جمعہ کے روز ایک گھڑی ایسی ہے کہ اگر مسلمان اس گھڑی کے موافق اللہ تعالیٰ سے کوئی خیر مانگے تو اسے ضرور عطا کی جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا: اے ابا جان! وہ گھڑی کونسی ہے؟ فرمایا: جب سورج نصف تک غروب ہو جائے۔ اور حضرت فاطمہ جمعہ کے دن اپنے ایک غلام زید کو فرماتی تھیں کہ ایک ٹیلے پر کھڑا ہو کر سورج پر نظر رکھے، اور جب وہ نصف غروب کے قریب ہو جائے تو مجھے بتانا۔ وہ غلام ٹیلے پر چڑھ جاتا اور جب سورج غروب ہونے لگتا تو آپ کو خبر کر دیتا۔ آپ رضی اللہ عنہا مسجد میں داخل ہو جاتی اور سورج غروب ہونے تک دعا مانگتی رہتی۔

امام احمد نے محمد بن علی سے روایت کیا ہے، وہ فرماتے ہیں:

مجھے حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خط لکھا کہ حضرت فاطمہ کی باقیات انہیں ارسال کروں اوران کی باقیات میں ایک پردہ تھا جس پر تصویریں بنی ہوئی تھیں، جس کو حضورﷺ دیکھ کر واپس لوٹ گئے تھے۔(۹۵)

ابن ابی ملیکہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں:

حضرت فاطمہ، حضرت حسن کو اچھالتیں اور ساتھ ساتھ کہتیں: میرے باپ قربان ہوں، نبیﷺ کے مشابہ ہے اور علی کے مشابہ نہیں ہے۔(۹۶)

امام دارمی نے حضرت انس بن مالک کے طریق سے سیدہ فاطمہ سے روایت کیا ہے، آپ نے حضرت انس سے فرمایا: تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کرلیا کہ رسول اللہﷺ پر مٹی ڈالو۔(۹۷)

ابن عساکر نے حابس بن سعید سے روایت کیا، وہ کہتے ہیں مجھے حضرت فاطمہ بنت رسولﷺ ورضی اللہ عنہا نے خبر دی کہ انہوں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرا نکاح

(۹۵)......مسند احمد، حدیث نمبر:۲۵۸۸۲

(۹۶)......مسند احمد، حدیث نمبر:۲۵۸۸۳، امام بخاری نے عقبہ بن حارث سے اس طرح روایت کیا ہے: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز عصر پڑھ کر نکلے تو حضرت حسن کو بچوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا۔آپ نے انہیں کندھوں پر اٹھالیا اور بولے: بابی شبیہ بالنبی۔لاشبیہ بعلی۔میرا باپ فدا ہو، یہ نبی کریمﷺ سے مشابہ ہیں نہ کہ حضرت علی کے۔اور حضرت علی پاس کھڑے مسکراتے رہے۔(صحیح بخاری، حدیث نمبر:۳۳۴۹)

(۹۷)......سنن دارمی، حدیث نمبر:۸۷۔صحیح بخاری میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے: یا انس کیا تمہارے دلوں نے گوارا کرلیا کہ تم رسول اللہﷺ پر مٹی ڈال دو۔ابن ماجہ نے (حدیث نمبر:۱۶۳۰) ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے: اے انس تمہارے دلوں نے کیسے گوارا کیا کہ تم رسول اللہﷺ پر مٹی ڈالو۔

حضرت ابوبکر سے ہوا گیا ہے اور حضرت علی نے اسماء بنت عمیس (حضرت ابوبکر کی زوجہ) سے نکاح کرلیا ہے۔(۹۸)

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے اشعار

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی طرف اشعار کی نسبت بھی کی جاتی ہے۔ یہ اشعار آپ نے اپنے ابوحضور ﷺ نبی کریم ﷺ کے وصال کے موقع پر کہے۔ ابن سید الناس نے اپنی سیرت میں ان کو ذکر کیا ہے۔

اغبر آفاق السماء اکورت شمس النهار، واظلم العصران

والارض من بعد النبی کئیبة اسفا علیه کثیرة الرجفان

فلیبکیه شرق البلاد وغربها ولیبکه مضر وکل یمان

ولیبکه الطود المعظم جوه والبیت ذو الاستار والارکان

یا خاتم الرسل المبارك ضوءه صلی علیك منزل الفرقان (۹۹)

آسمان ابرآلود ہوگیا اور سورج کی روشنی ماند پڑگئی اور زمانے تاریک ہوگئے۔ نبی کریم ﷺ کے بعد زمین دکھ کی وجہ سے خشک ہوگئی۔ شرق وغرب، مضر ویمن، جبل وکوہ اور کعبہ وارکان سب آپ ﷺ کی جدائی میں آنسو بہا رہے ہیں۔ اے آخری رسول! جن کا نور بابرکت ہے، قرآن نازل کرنے والی ذات (اللہ رب العزت) آپ پر رحمتیں نازل کرے۔

(۹۸)......اسماء بنت عمیس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہا کے نکاح میں تھیں۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا وفات پاگئے اور حضرت علی نے اسماء بنت عمیس سے شادی کرلی۔(تاریخ دمشق، جلد:۱۱، صفحہ:۳۳۸)

(۹۹)......الاکتفاء بما تضمنہ من مغازی رسول اللہ والثلاثۃ الخلفاء، جلد:۲، صفحہ:۳۶۲......الروض الانف، جلد:۴، صفحہ:۴۵۷......نہایۃ الارب فی فنون الادب، جلد:۱۸، صفحہ:۲۶۵

میں کتاب ''الثغور الباسمہ فی مناقب سیدتنا فاطمہ'' کی تصنیف سے فارغ ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو اور ہمارا حشر ان (سیدہ فاطمہ) کے والد محترم ﷺ کے ساتھ کرے جو نبیوں کے اور سب اولین وآخرین کے سردار، اور رب العالمین کے حبیب ہیں۔ اور ان کی آل واصحاب سب پر درود وسلام ہو۔ آمین۔ (۱۰۰)

(۱۰۰)......الحمد للہ آج ۲۱ ذوالقعدہ ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۷ ستمبر ۲۰۱۳ء بروز جمعۃ المبارک رات ۹ بج کر ۳۸ منٹ پر ترجمہ وتشریح سے فراغت پائی۔ اللہ تعالیٰ شرف قبولیت سے نوازے اور سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے خاص فیضان سے حصہ عطا فرمائے۔ آمین۔ محمد عرفان قادری غفرلہ

اہل عبا کے فضائل ومناقب پر

احادیث مبارکہ کا حسین مجموعہ

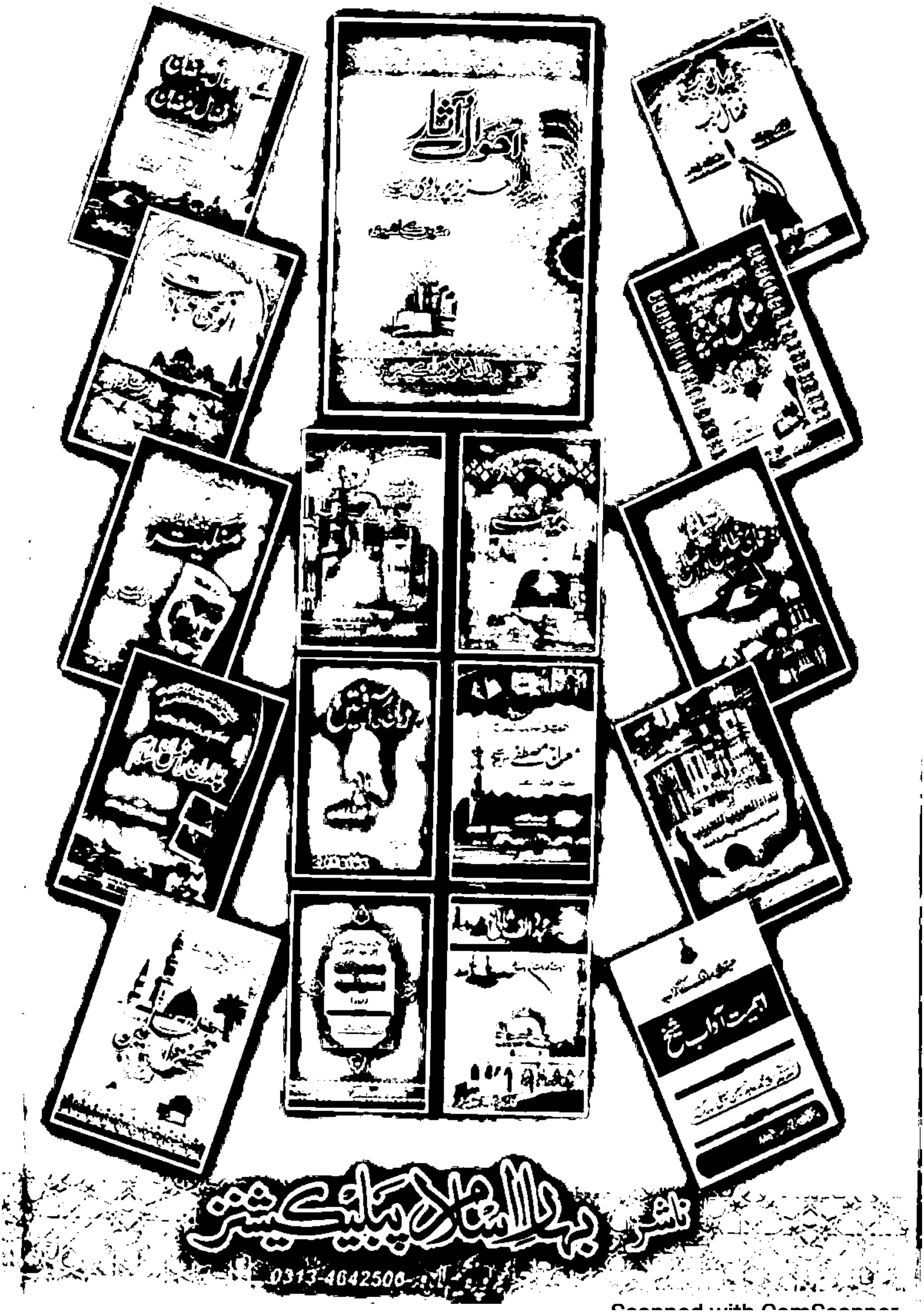
انوار اہل بیت

تالیف

علامہ محمد عمران عنبری قادری

ناشر بہار اسلام پبلیکیشنز

G-35 ہادیہ حلیمہ سنٹر اردو بازار لاہور


ناشر بہار اسلام پبلیکیشنز
0313-4642500